

حصه (الف)

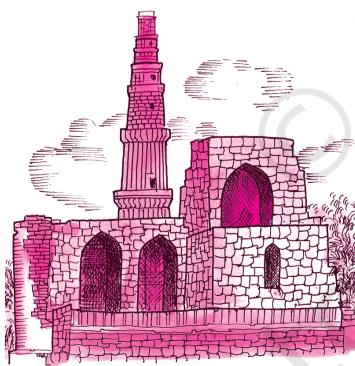
not to be republished
© Nofert

اسم

(Noun)

درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھیے:

”حامد، شاہد اور موہن دہلی کا لال قلعہ دیکھنے گئے۔ دہلی کی تاریخی عمارتوں میں لال قلعہ، قطب مینار، جامع مسجد اور پرانا قلعہ بہت مشہور ہیں۔ لال قلعہ مغل بادشاہ شاہ جہاں نے بنوایا تھا۔ یہ قلعہ لال پتھر کا بنا ہوا ہے۔ تینوں لڑکوں نے ٹکٹ خریدے اور قلعے کے اندر گئے۔ قلعے میں کئی عمارتیں بنی ہوئی ہیں لیکن موتی مسجد کی خوبصورتی کا کوئی جواب نہیں۔ اسے دیکھ کر لڑکوں کو بہت خوشی ہوئی۔“



قطب مینار



شاہ جہاں



تین لڑکے لال قلعہ دیکھ رہے ہیں

آپ نے دیکھا، اس عبارت کے پہلے جملے میں پانچ نام آئے ہیں۔ حامد، شاہد اور موہن اشخاص کے نام ہیں جب کہ دہلی اور لال قلعہ جگہ کے نام ہیں۔ ان کے علاوہ پتھر اور ٹکٹ بھی کسی چیز کے نام ہیں، آخری جملے میں خوشی ایک کیفیت کا نام ہے۔

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ: ”کسی شخص، جگہ، چیز اور کیفیت کے نام کو اسم کہتے ہیں۔“ اوپر دی ہوئی عبارت میں حامد، شاہد اور موہن تینوں کو ”لڑکوں“ کہا گیا ہے۔ اسی طرح لال قلعہ، قطب مینار، جامع مسجد اور پرانے قلعے کے لیے ’’عمارت‘‘ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ لڑکا اور عمارت ایسے نام ہیں جو ہر لڑکے اور ہر عمارت کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔ حامد، شاہد، موہن، لال قلعہ، موتی مسجد، دہلی، لڑکوں، عمارتوں اور جگہ کے خاص نام ہیں۔ حامد، شاہد یا موہن کے نام سے کسی اور کوئی بھی پکارا جاسکتا۔ اسی طرح ہر قلعہ، ہر شہر اور ہر مسجد کو نہ تو لال قلعہ کہا جاسکتا ہے نہ موتی مسجد نہ دہلی۔

”کسی عام شخص، عام جگہ اور عام چیز کے نام کو اسم عام کہتے ہیں۔ اسم عام کو ”نکرہ“ بھی کہا جاتا ہے۔“

”کسی خاص شخص، خاص جگہ اور خاص چیز کے نام کو اسم خاص کہتے ہیں۔ اسم خاص کو ”اسم معرفہ“ بھی

کہا جاتا ہے۔“

دنیا کے ہر شخص کو اس کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں ان کے اصل نام کے علاوہ دوسرے نام، خطاب یا لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

نیچے دیے ہوئے جملوں سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی:

1. مولانا ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد ہے۔

2. سروجنی نایڈ و کو بلبل ہند کہا جاتا ہے۔

3. سچن تدو لکر کو ان کی شاندار بیلے بازی کی وجہ سے انھیں ”ماستر بلاسٹر“ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

4. رگھوپتی سہائے اردو ادب میں ”فراق گورکھوری“ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

5. حضرت عیسیٰ کو اہن مریم، بھی کہا جاتا ہے۔

ان جملوں میں سروجنی نایڈ کے لیے ”بلبل ہند“ اور سچن تدو لکر کے لیے ”ماستر بلاسٹر“ کے نام ان کے لقب کے طور پر استعمال کیے گئے ہیں۔ لقب اسم خاص کی ایک قسم ہے۔

”وہ نام جو کسی شخص کی خوبی یا کمال کی وجہ سے مشہور ہو گیا ہو، اسے لقب کہتے ہیں۔“

اس کی مزید مثالیں ہیں : بابائے اردو (مولوی عبدالحق)، حکیم الامم (اقبال)، شاعر انقلاب (جوش) خدائے سخن (میر)، مصطفیٰ غم (راشد الحیری) وغیرہ۔
خطاب بھی اسمِ خاص کی ایک قسم ہے۔

”وہ نام جو نمایاں خدمات کے لیے حکومت یا کسی ادارے کی طرف سے کسی شخص کو دیا جائے، اسے خطاب کہتے ہیں۔“

مثلًا: ’بھارت رتن‘، ’پدم بھوشن‘، ’پدم شری‘، ’نجم الدولہ‘، ’دیبرالملک‘، ’خان بہادر‘، ’ٹیکس العلما‘۔
تخلص بھی اسمِ خاص کی ایک قسم ہے۔

اکثر شاعروں کا اپنے نام کے علاوہ ایک اور نام بھی ہوتا ہے، جسے وہ اپنی شاعری میں استعمال کرتے ہیں۔
اس طرح کے نام کو ’تخلص‘ کہتے ہیں جیسے خواجہ میر کا تخلص درد، شیخ محمد ابراہیم کا تخلص ذوق اور الطاف حسین کا تخلص حاجی۔

آپ نے اوپر لکھے ہوئے جملے میں ابِ مریم پڑھا۔

حضرت عیسیٰ کو ان کی والدہ کے نام کی مناسبت سے ابِ مریم یعنی مریم کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ ’طن، ماں، باپ‘
اور خاندان کے تعلق سے جو نام مشہور ہو جاتے ہیں انھیں ’کنیت‘ کہتے ہیں۔ یہ اسمِ خاص کی ایک قسم ہے۔

اسمِ خاص کی طرح اسمِ عام کی بھی فرمیں ہیں۔ ان قسموں کو سمجھنے کے لیے نیچے دی ہوئی عبارت پڑھیے۔
”حامدہ نے اپنی بیٹی سے لوٹا مانگا۔ وہ لٹیا لے آئی۔ دادی نے حامدہ سے کہا کہ ننھے کے سامنے کٹورا، کٹوری
اور گھنٹی رکھ دو۔ وہ کھلیتا رہے گا۔ اس کے آگے چاقو، قلم اور کنگھار کھا رکھا ہے۔ ان چیزوں کو اٹھا لو۔ دادا نے ننھے کو
بہلانے کے لیے میاؤں میاؤں، غزنغوں اور گلڑوکوں وغیرہ کی آوازیں نکالیں۔ دادی نے حامدہ سے پوچھا۔ دوپھر
ہو گئی۔ زینب اب تک اسکول سے گھر نہیں آئی۔ وہ صبح سے بھوکی پیاسی ہو گئی۔“



اس عبارت میں آپ نے کئی چیزوں کے نام پڑھے۔ جیسے لوٹا، لٹیا، کٹورا، کٹوری، چاقو، قلم، میاول، میاول، دوپہر، صح، اسکول، گھر وغیرہ۔ یہ سب اسم عام ہیں، لیکن اپنی خصوصیت کے اعتبار سے ان کی الگ الگ فرمیں ہیں۔

”وہ لفظ جو کسی چیز کو بڑایا بھاری بھر کر کے ظاہر کرے، اسے اسم کبّر کہتے ہیں۔“ جیسے: لٹیا سے لوٹا،

پتیلی سے پتیلا، کٹوری سے کٹورا گھنٹی سے گھنٹہ وغیرہ۔

”وہ لفظ جو کسی چیز کو چھوٹا کر کے ظاہر کرے، اسے اسم مصغر کہتے ہیں۔“ جیسے: صندوق سے صندوقچہ،

باغ سے باغچہ، کتاب سے کتابچہ وغیرہ۔

”وہ لفظ جو کسی ہتھیار، اوزار یا آلہ کا نام ظاہر کرے، اسے اسم آله کہتے ہیں۔“ جیسے: چاقو، قلم، تلوار، پیچ کس،

ہتھوڑا، چھینی اور کنگھا وغیرہ۔

”وہ لفظ جو کسی جاندار یا بے جان اشیا کی مخصوص آوازوں کو ظاہر کرے، اُسے اسِم صوت کہتے ہیں۔“

جیسے: میاواں، میاواں، گڑوکوں، ٹرٹر، غرغنوں، چوں چوں، کھٹ کھٹ، پچھن پچھن وغیرہ۔

”وہ لفظ جو کسی جگہ یا وقت کے نام کو ظاہر کرے، اسے اسِم ظرف کہتے ہیں۔“ جیسے: گھر، کتب خانہ،

چوراہا، اسکول، صبح، دوپہر، شام وغیرہ۔

وہ لفظ جس سے کسی مقام کا علم ہو اسے اسِم ظرفِ مکاں کہتے ہیں۔

جیسے: عیدگاہ، اسکول، کتب خانہ وغیرہ۔

وہ لفظ جس سے وقت کا پتا لگدے اُسے اسِم ظرفِ زمان کہتے ہیں۔

جیسے: صبح، دوپہر، کل، پرسوں وغیرہ۔

ضمیر

(Pronoun)

ان دونوں عبارتوں کو غور سے پڑھیے:

”حامد ایک بہادر نوجوان تھا۔ حامد بڑی ہمت والا تھا۔ حامد نے ایک آدمی کو ڈوبنے سے بچایا۔ حامد کو سرکار نے انعام دیا۔ حامد کا نام ملک کے بہادر لوگوں میں شامل ہو گیا۔“

”حامد ایک بہادر نوجوان تھا۔ وہ بڑی ہمت والا تھا۔ اس نے ایک آدمی کو ڈوبنے سے بچایا۔ اسے سرکار نے انعام دیا، اس کا نام ملک کے بہادر لوگوں میں شامل ہو گیا۔“

پہلی عبارت کے ہر جملے میں حامد آیا ہے۔ عبارت میں لفظ حامد کے برابر آنے سے بدنمائی پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد دوسری عبارت میں حامد صرف ایک جگہ یعنی پہلے جملے میں آیا ہے۔ باقی جملوں میں حامد کی جگہ ’وہ، اس، اسے، اور اس کا‘ جیسے الفاظ آئے ہیں۔ یہ چاروں لفظ ضمیر ہیں جو اسم یعنی حامد کی جگہ پر لائے گئے ہیں۔

”وہ لفظ جو اسم کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں، ضمیر کہلاتے ہیں۔“

”ضمیر کے استعمال سے اسم کی تکرار کی وجہ سے پیدا ہونے والی بدنمائی دور ہوتی ہے اور عبارت میں روانی اور خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں حامد ایک شخص ہے اور ’وہ، اس، اسے، اور اس کا‘ یہ چاروں لفظ حامد کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔“

”وہ ضمیر جو کسی شخص کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اسے ضمیر شخصی کہتے ہیں۔“

اس کی تین صورتیں ہیں:

”بات کرنے والا اپنے لیے جو ضمیر استعمال کرتا ہے اسے ضمیر متكلّم کہتے ہیں۔“

جیسے: میں، ہم، میرا، ہمارا، وغیرہ۔

”بات کرنے والا سامنے موجود شخص کے لیے جو ضمیر استعمال کرتا ہے۔ اسے ضمیر حاضر کہتے ہیں۔“

جیسے: تم، تو، آپ۔

”بات کرنے والا غیر موجود شخص کے لیے جو ضمیر استعمال کرتا ہے۔ اسے ضمیر غائب کہتے ہیں۔“

جیسے: وہ اس، ان، ان کا وغیرہ۔

ضمیر شخصی ’فاعلی حالت‘ میں ہوتی ہے یا ’مفعولی حالت‘ میں۔ اس کی وضاحت یچھے دیے ہوئے

چارٹ سے ہو جاتی ہے:

مفعولی حالت	فاعلی حالت	ضمیر
مجھے	میرا	میں
ہمیں	ہمارا	ہم
تجھے	تیرا	تو
تمھیں	تمھارا	تم
اسے	اس کا/اس کی	وہ
انھیں	ان کا	وہ

فعل

(Verb)

ان جملوں کو پڑھیے اور خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے:

☆ طلبہ کر کٹ کھیل رہے ہیں۔

☆ میں بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

☆ آپ نے بہت اچھا مضمون لکھا۔

☆ کل ہم پنک پر جائیں گے۔

یہ ایسے لفظ ہیں جن سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہوتا ہے، یہ لفظ کھلینا، کرنا، لکھنا اور جانا، سے بنتے ہیں۔

”وہ لفظ جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہوا سے ‘فعل’ کہتے ہیں۔“

فعل کی قسمیں

درج ذیل جملوں کی مدد سے فعل کی مختلف قسموں کو سمجھیے:

☆ آپ کے لطفیے نے سب کو ہنسا دیا۔

☆ ڈاکٹر مریض کو دیکھ رہا ہے۔

☆ آج میں بہت خوش ہوں۔

☆ وہ بغیر سوچے سمجھے بولتے چلے گئے۔

ہم جانتے ہیں کہ فعل کے بغیر کوئی جملہ مکمل نہیں ہوتا۔ ان چاروں جملوں میں مختلف قسم کے فعل ہیں۔ پہلے جملے کا فعل ہے، ”ہنسادیا“۔ یہ ایسا فعل ہے جس میں کام کا اثر صرف کام کرنے والے یعنی فاعل تک محدود ہے۔

”وہ فعل جس میں کسی کام کا اثر صرف فاعل تک محدود رہے فعل لازم کہلاتا ہے۔“

دوسرے جملے کا فعل ہے، ”دیکھ رہا ہے“۔ یہ ایسا فعل ہے جس کا اثر فاعل تک محدود نہیں بلکہ مفعول پر بھی اس کا اثر پڑ رہا ہے۔

”وہ فعل جس کو اپنے مفہوم کے لیے مفعول کی ضرورت ہوتی ہے، فعل مساعدة کہلاتا ہے۔“

تیسرا جملے میں فعل کے طور پر بس ایک ہی لفظ ہے، ”ہوں“۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جہاں فعل اپنی مکمل شکل میں نہیں ہے۔

”وہ فعل جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا مکمل طور پر واضح نہیں ہوتا فعل ناقص کہلاتا ہے۔“

چوتھے جملے میں فعل ہے ”چلے گئے“۔ یہاں ایک ساتھ دو فعل استعمال ہوئے ہیں۔

”وہ فعل جو دو یادو سے زیادہ افعال سے مل کر بنتا ہے، اُسے فعل مرکب کہتے ہیں۔“

فاعل، اسم فاعل اور اسم مفعول

ان جملوں کو پڑھیے:

☆ میں خط رکھ رہا ہوں۔

☆ احمد کتاب پڑھ رہا ہے۔

☆ جنا جھولا جھول رہی ہے۔

جملوں کے ان لفظوں پر غور کیجیے:

☆ میں ☆ احمد ☆ حنا

یہ ایسے الفاظ ہیں جو کسی کام کے کرنے والے کو ظاہر کرتے ہیں۔

”وہ لفظ جو کسی کام کے کرنے والے کو ظاہر کرے، ”فاعل“ کہلاتا ہے۔“

اوپر کی مثالوں میں، ☆ میں ☆ احمد ☆ حنا ”فاعل“ ہیں۔

اوپر کی مذکورہ تینوں مثالوں میں اب ان لفظوں پر غور کیجیے:

☆ خط ☆ کتاب ☆ جھولا

یہ وہ الفاظ ہیں جن پر فعل کے اثر کا پڑنا ظاہر ہوتا ہے۔

”وہ لفظ جس پر کسی فعل کا اثر پڑے، ”مفعول“ کہلاتا ہے۔“

اوپر کی مثالوں میں، ☆ خط ☆ کتاب ☆ جھولا ”مفعول“ ہیں۔

ان جملوں کو غور سے پڑھیے:

☆ درزی نے کپڑے سی دیے۔ ☆ بڑھی نے الماری بنائی۔

☆ کسان نے کھیتی کی۔ ☆ شاعر نے غزل پڑھی۔

ان جملوں میں درزی، بڑھی، کسان، شاعر ایسے الفاظ ہیں جو پیشے کی مناسبت سے کسی کام کے کرنے والے کو ظاہر کرتے ہیں۔

”پیشے کی مناسبت سے دیا گیا نام، ”اسم فاعل“ کہلاتا ہے۔“

ان جملوں کو غور سے پڑھیے :

☆ مظلوم کی مدد کرو۔

☆ معقول بات کی تعریف ہونی ہی چاہیے۔

- ☆ خالق اپنی خلوق کا ہر دم خیال رکھتا ہے۔
- ☆ کسی آزمودہ کو بار بار آزما ناجا فت ہے۔
- ☆ دل کے نہ تھے کوچے اور اقل مصور تھے۔

ان جملوں میں مظلوم، معقول، آزمودہ، مصور ایسے الفاظ ہیں جو مفعول کی مناسبت سے ہیں۔

”وہ اسم جو فعل کی مفعولی حالت کے نام کو ظاہر کرے، اسے مفعول، کہلاتا ہے۔“

درج ذیل مثالوں سے اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کو مزید سمجھنے کی کوشش کیجیے:

منقول	ناقل	نقل
مسجد	ساجد	سجدہ
معبد	عبد	عبد
محبوب	محب	حب

زمانہ اور اس کی فتمیں

ان جملوں کو غور سے پڑھیے:

- ☆ فارحہ امتحان میں اول آئی۔
- ☆ میں اپنا ہر کام وقت کی پابندی کے ساتھ کرتا ہوں۔
- ☆ نبیلہ کل ممبئی جائے گی۔

آپ کو معلوم ہے کہ کام کا تعلق کسی نہ کسی وقت سے ہوتا ہے۔ کام یا تو گزرے ہوئے وقت میں ہوتا ہے یا موجودہ وقت میں یا پھر آنے والے وقت میں۔ زمانے کے لحاظ سے فعل کی یہ تین فتمیں ہیں۔ اوپر کے جملوں

میں پہلے جملے کا فعل گزرے ہوئے وقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ دوسرے جملے کا فعل موجودہ وقت کی طرف اور تیسرا جملے کا فعل آنے والے وقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

”وہ کام جو گزرے ہوئے وقت میں ہو، اسے فعل ماضی کہتے ہیں۔“

”وہ کام جو موجودہ وقت میں ہو، اسے فعل حال کہتے ہیں۔“

”وہ کام جو آنے والے وقت میں ہو، اسے فعل مستقبل کہتے ہیں۔“

فعل معروف، فعل مجهول

ان جملوں کو غور سے پڑھیے:

☆ سلیم نے ضرورت مندوں کو مکمل تقسیم کیے۔

☆ ہمارے گھر میں سب لوگ وقت پر کھانا کھاتے ہیں۔

☆ مکمل تقسیم کیے گئے۔

☆ کھانا کھایا جاتا ہے۔

پہلے جملوں میں جو فعل ہیں ان کے فاعل معلوم ہیں۔ جیسے:

”سلیم—فاعل“ ”تقسیم کیے—فعل“

”کھاتے ہیں—فعل“ ”سب لوگ—فاعل“

آخری دو جملوں میں جو فعل ہیں ان کے فاعل معلوم نہیں ہیں۔ جیسے: تقسیم کیے گئے۔ کھایا گیا۔

”وہ فعل جس کا فاعل معلوم ہو، اسے فعل معروف کہتے ہیں اور وہ فعل جس کا فاعل معلوم نہ ہو، اسے فعل

”مجهول کہتے ہیں۔“

صفت

(Adjective)

درج ذیل عبارت غور سے پڑھیے۔

”صفیہ اپنے بیٹے راشد اور بیٹی کوثر کو لے کر کھلونوں کی دکان پر گئیں۔ وہاں خوبصورت کھلونے تھے۔ ایک سفید بلی لال سائیکل چلا رہی تھی۔ کچھ جاپانی گڑیاں تھیں۔ ہندوستانی گیندیں اور بلے بھی تھے۔ چمنی مٹی کے بنے ہوئے کچھ پھل تھے جو بالکل اصلی پھل معلوم ہو رہے تھے۔ ایک طرف چند کتابیں اور کچھ کاپیاں بھی تھیں۔ کوثر نے جاپانی گڑیاں لی، راشد نے دو بلے اور کچھ کاپیاں لیں۔ صفیہ نے کہا ”اتنی ساری چیزیں!“



جاپانی گڑیاں

سفید بلی لال سائیکل چلاتی ہوئی

کاپیاں

بلے

اس عبارت میں آپ نے دیکھا کہ اسم کے ساتھ ان کی کسی خصوصیت کا بھی ذکر ہوا ہے۔ جیسے: خوبصورت کھلونے، سفید بلی، لال سائیکل، جاپانی گڑیاں، ہندوستانی گیندیں، چمنی مٹی، اصلی پھل، چند کتابیں، کچھ کاپیاں اور

اتنی ساری چیزیں، وغیرہ۔

”وہ لفظ جس سے کسی اسم کی اچھائی، برائی یا خصوصیت ظاہر ہو، اسے صفت کہتے ہیں۔“

جیسے: خوبصورت، سفید، چکنی، اصلی، چند، کچھ اور اتنی ساری۔

اوپر دی ہوئی عبارت میں اس کی جو خصوصیات بیان ہوئی ہیں، انھیں الگ الگ زمروں میں بانٹ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ صفت کی الگ الگ قسمیں ہوتی ہیں۔

”وہ الفاظ جن سے کسی شخص یا چیز کی ذاتی خصوصیت، حالت یا کیفیت ظاہر ہو، اسے صفتِ ذاتی کہتے ہیں۔“

جیسے: خوش مزاج، خوش مذاق، باوقار، عجیب، گرم، ٹھنڈا، ذہین، بے چین، شریف، نصیس، اچھا، بُرا وغیرہ۔

”وہ صفت جس میں کسی دوسری چیز سے کسی طرح کا لگاؤ یا نسبت پائی جائے، اسے صفتِ نسبتی کہتے ہیں۔“

جیسے: ہندوستانی بلے، جاپانی گڑیا، کشمیری شال، عربی گھوڑا وغیرہ۔ ان کلموں میں ہندوستانی، جاپانی، کشمیری اور عربی، صفتِ نسبتی ہیں۔

”وہ صفت جس سے کسی اسم کی تعداد ظاہر ہو، اسے صفتِ عددی کہتے ہیں۔“

جیسے: دو بلے، چند کتا میں، کچھ کا پیاس، دس خواتین اور اتنے سارے لوگ وغیرہ۔

ان میں دو، چند، کچھ، دس اور اتنے سارے صفتِ عددی ہیں۔

”وہ صفت جو کسی چیز کی مقدار یا ناپ یا وزن کو ظاہر کرے، اسے صفتِ مقداری کہتے ہیں۔“

جیسے: دو کلو مٹھائی، پاؤ بھر چینی، پانچ میٹر کپڑا، چھٹکی بھرنمک اور ایک لیٹر دودھ وغیرہ۔

ان میں دو کلو، پاؤ بھر، پانچ میٹر، چھٹکی بھر اور ایک لیٹر صفتِ مقداری ہے۔

حروف

(Letters)

ذیل کی تحریری علامتوں کو ہم اچھی طرح پہچانتے ہیں:

د	ج	ب	ا
ک	خ	غ	ہ
A	B	C	D

کسی بھی زبان کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے ہم اس کی بنیادی آوازوں کی علامات سمجھتے ہیں۔ انھیں حروف تہجی (Alphabet) کہا جاتا ہے۔ آزادانہ ان حروف کے معنی نہیں ہوتے۔ زبان بولتے یا لکھتے پڑھتے ہوئے ہم نیچے دی گئی آوازیں بھی استعمال کرتے ہیں۔

با بے پر تک سے میں اور ان کے علاوہ بہت سی آوازیں، کیا ان کے کچھ معنی سمجھ میں آتے ہیں؟ اکیلے پڑے رہنے میں ا، ب، ج وغیرہ کی طرح یہ بھی بے معنی رہتے ہیں۔

اب ذیل کی مثالیں پڑھیے:

سر پر	بے خوف	بادب
باغ میں	ہاتھ سے	گھر تک

یعنی دوسرے بامعنی لفظوں سے پہلے یا بعد میں آکر ان کے کچھ معنی سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ بے معنی حروف تہجی کی طرح یہ بھی حروف (Particles) ہیں، بات کرتے یا لکھتے وقت جنہیں دوسرے لفظوں کے ساتھ لانا ضروری ہوتا ہے۔ ایسے حروف کی چند قسمیں ہیں، یہاں جن کا تعارف کیا جاتا ہے۔

حرفِ جار (Preposition)

ذیل کے جملے پڑھیے:

- ☆ بچے باغ میں کھیل رہے ہیں۔
- ☆ وہ گھر سے نکلا۔
- ☆ سر پر ٹوپی پہنوا۔
- ☆ گلی دیوار کو باتھنے لگاؤ۔
- ☆ دریا تک پہنچ کر میں رک گیا۔
- ☆ پردوں کا رنگ اڑچا تھا۔
- ☆ ہم نے کھانا کھالیا ہے۔

ان جملوں میں خط کشیدہ حروف ایسے حروف ہیں جن سے ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے تعلق قائم ہوتا ہے۔

”وہ حروف جو ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے تعلق قائم کرتے ہیں، انھیں حرفِ جار کہتے ہیں۔“

انھیں حرفِ ربط بھی کہا جاتا ہے۔

حرفِ اضافت (Relative Particles)

ان لفظوں کو پڑھیے:

اسکول کے بچے صبا کی کتاب نسم کا گھر

ان لفظوں میں کا، کے، کی ایسے حروف ہیں جو دونوں لفظوں کے درمیان نسبت/تعلق ظاہر کرتے ہیں۔

”وہ حروف جو دونوں لفظوں کے درمیان نسبت/تعلق ظاہر کرے، اسے حرفِ اضافت کہتے ہیں۔“

ان لفظوں میں گھر کی نسبت نسم سے، بچوں کی نسبت اسکول سے اور کتاب کی نسبت صبا سے ہے۔

ان مثالوں کو غور سے پڑھیے:

کتاب کے اوراق	رضیہ کی گھڑی	خالد کا مکان
---------------	--------------	--------------

اوپر کی مثالوں کے بارے میں ہم یہ سوالات کر سکتے ہیں:

(i) مکان کس کا ہے؟

(ii) گھڑی کس کی ہے؟

(iii) اوراق کس کے ہیں؟

ان سوالوں کا جواب ہوگا:

خالد	رضیہ	کتاب
------	------	------

خالد، رضیہ اور کتاب کی نسبت جس سے ظاہر کی گئی ہے، اسے مضاف الیہ کہتے ہیں اور جن کی طرف ان کی نسبت ظاہر کی گئی ہے، انھیں مضاف کہتے ہیں۔ ان میں مکان، گھڑی اور اوراق مضاف ہیں۔

اضافت کے تعلق سے اب ذیل کی مثالیں پڑھیے:

امن مریم	زنجیر آہن	بندہ خدا	گوشہ عافیت	بوئے گل
----------	-----------	----------	------------	---------

ان مثالوں میں حرف اضافت 'کا،' 'کے،' 'کی،' استعمال نہیں کیے گئے۔ ان کے بجائے زیرِ ہمزہ /ے/ سے اضافت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ان ترکیبوں کا اردو میں مطلب ہوگا۔

مریم کا بیٹا	لوہے کی زنجیر	خدا کا بندہ	عافیت کا گوشہ	گل کی بو
--------------	---------------	-------------	---------------	----------

فارسی قاعدے کے مطابق اضافت کے لیے زیرِ ہمزہ /ے/ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کہ اردو میں اضافت کو لفظ کا، کے، کی سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

حروفِ عطف (Conjunctions)

ذیل کے خانوں میں دیے گئے فقرے اور جملے غور سے پڑھیے:

(ب)	(الف)
میں تو وہاں پہنچا مگر وہی نہ آیا	جو ان اور بوجھے
یہ کتاب پڑھو یا وہ کتاب پڑھو	آدمی یا انسان
میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا	میں کہ وہ
اس نے مجھ سے کہا کہ ابھی مت جاؤ	

کالم (الف) کے فقروں میں دو اسموں اور ضمیروں کو ”اور، یا، کہ“ سے جوڑا گیا ہے۔ کالم (ب) کی مثالوں میں دو دو جملے ہیں جنہیں ”مگر، یا، لیکن، کہ“ سے جوڑا گیا ہے۔

”وہ حرف یا الفاظ جو دلفظوں فقروں جملوں کو جوڑتا ہے، حرفِ عطف کہلاتا ہے۔“

حروفِ تخصیص (Emphatics)

ذیل کے جملوں کو پڑھیے اور دھیان دیجیے کہ انھیں پڑھتے یا بولتے ہوئے ہم کن لفظوں پر زور دیتے ہیں:

☆ اس نے اسکوں کا منہ **بھی** نہیں دیکھا تھا۔

☆ تھوڑے **ہی** دنوں میں باغ کا منظر بدل جائے گا۔

☆ **ہر** شخص کو اس بات کا پتا چل گیا۔

☆ شکل دیکھتے ہو **نا** تم اس کی۔

ان جملوں کو ادا کرتے ہوئے ہم نے: ”بھی، ہی، ہر، نا“ لفظوں پر زور دیا ہے۔

”وہ حروف جو جملے میں کسی پہلو پر زور ڈالنے یا تاکید کے لیے استعمال ہوتے ہیں، انھیں حروفِ تخصیص

کہتے ہیں۔“

حروفِ فجائیہ (Exclamations)

ذیل کے جملے آوازِ بلند پڑھیے اور غور کیجیے کہ انھیں ادا کرتے ہوئے ہم کن جذبات کا اظہار کر رہے ہیں:

☆ ارے! تم اب تک یہیں ہو۔

☆ واہ واہ، کیا خوب!

☆ ہاں، ہاں! ذرا سنبھل کے چلو بھائی۔

☆ آہ ظالم نے بے وفائی کی!

کبھی کسی بات کے عمل کے طور پر جوش اور جذبے کے تحت ہمارے منہ سے ”اوہ، آہا، واہ، اُف، آہ“ جیسی آوازیں نکل جاتی ہیں۔

”وہ حرف جو جملے میں، خوشی، دکھ، حیرت کے جذبے کو ظاہر کرے، اسے حروفِ فجائیہ کہتے ہیں۔“

جیسے: سبحان اللہ، ما شاء اللہ، لا حول ولا قوۃ، ارے، واہ واہ، اُف، آہ، چہ خوب، اور چشم بد دورو غیرہ۔ واضح رہے کہ جذبات کا اظہار کرنے والے فجائیہ حروف کے بعد فجائیہ نشان! لگایا جاتا ہے۔

واحد جمع

(Singular-Plural)



ان دونوں خانوں میں دکھائی گئی تصویریوں پر غور کیجیے:

’الف‘ کے خانے میں ایک کتاب اور ایک پنسل کی تصویر دی گئی ہے، اور ’ب‘ کے خانے میں کئی کتابوں اور پنسلوں کی تصویریں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی تعداد ہوتی ہے۔

”تعداد میں جب کوئی ایک چیز ہو تو، اسے واحد کہتے ہیں۔“

”اور جب ایک سے زیادہ ہوتا، اسے جمع کہتے ہیں۔“

واحد سے جمع بناتے وقت لفظ کی شکل بدل جاتی ہے:

دارے	دارہ	گھوڑے	گھوڑا
چچے	چچے	لڑکے	لڑکا

یہ بھی ذہن میں رہے کہ واحد سے جمع بناتے وقت جملے کی شکل بھی بدل جاتی ہے۔ جیسے:

گھوڑا دوڑ رہا ہے گھوڑے دوڑ رہا ہے
لڑکا کھیل رہا ہے لڑکے کھیل رہا ہے
بنچ پڑھ رہا ہے بنچے پڑھ رہا ہے

یہ بھی یاد رکھیں کہ واحد لفظ کے آخر میں اگر 'ی' ہو تو اس کی جمع بنانے میں 'اں' لگایا جاتا ہے۔ جیسے:

لڑکیاں	لڑکی
کلیاں	کلی
کھڑکیاں	کھڑکی
گلیاں	گلی

’اں‘ کے علاوہ ’وں‘ لگا کر بھی جمع بنائی جاتی ہے۔ جیسے:

لوگوں	لوگ
گھروں	گھر

‘میں، لگا کر بھی واحد سے جمع بناتے ہیں:

دوائیں	دوا
دعائیں	دعا
گھٹائیں	گھٹا
صدائیں	صدا

کہیں میں، لگا کر بھی جمع بنائی جاتی ہے۔ جیسے:

شامیں	شام
راتیں	رات
راہیں	راہ
خبریں	خبر

اوپر کی مثالوں میں واحد سے جمع بنانے کا یہ اردو قاعدہ ہے۔ اس کے علاوہ اردو میں فارسی، عربی قاعدے

سے بھی واحد سے جمع بنائی جاتی ہے۔ فارسی قاعدے کے مطابق یہ الفاظ دیکھیے:

خیالات	خیال
سوالات	سوال
احساسات	احساس

اب عربی قاعدے کے مطابق واحد سے جمع بنانے کی یہ مثالیں دیکھیے:

اقسام	قسم
اشعار	شعر

حکام	حاکم
ذرائع	ذریعہ
شاعر	شاعر
امرا	امیر
رسائل	رسالہ

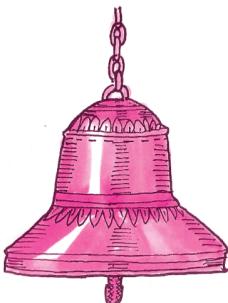
درج ذیل میں واحد اور جمع کی شناخت کیجیے:

ادائیں	آئینے	خیالات	تجربہ	سائل	جوبات
پھولوں	بچے				غربا

جنس
(Gender)
(تذکرہ و تانیش)

جنسِ حقیقی

ان تصویریوں کو دیکھیے:

(ب)	(الف)
	
لڑکی	لڑکا
	
گھری	گھنٹہ

’الف‘ خانے میں جو تصویریں ہیں وہ جنس کے اعتبار سے ہیں اور ’ب‘ میں جو تصاویر ہیں وہ ’مادہ‘ ہیں۔

”جاندار چیزوں کے نزدک اور مادہ، موئنث کھلاتے ہیں۔“

انھیں جنسِ حقیقی بھی کہتے ہیں۔

جنسِ غیر حقیقی

اب ذیل کے خانوں میں دیے گئے لفظوں پر غور کیجیے:

(ب)	(الف)
اخبار جہاز پیڑ پرندہ کاغذ آسمان قلم	ہوا کرسی دنیا ندی زنجر مٹی گھٹا کتاب

یہ بھی نام غیر جان دار یا بے جان ہیں۔

’الف‘ خانے کے تمام لفظ موئنث ہیں اور ’ب‘ خانے کے سب الفاظ مذکور۔

”غیر جان دار، بے جان چیزوں کے مذکور، موئنث کو جنسِ غیر حقیقی کہتے ہیں۔“

ان مثالوں سے اسم کے مذکور یا موئنث ہونے کا پتا چلتا ہے۔ ذیل کی مثالوں پر غور کیجیے:

ہوا چل رہی تھی۔ گھٹا چھائی ہوئی تھی۔

ندی پھاڑ سے اترتی ہے۔ زنجیر کھنٹی۔

کرسی ٹوٹ گئی۔ ہر طرف مٹی اڑنے لگی۔

یہ جملوں کے اسم موئنث ہیں۔ اردو زبان کی ایک اہم خاصیت یہ ہے کہ اسم موئنث ہو تو جملے میں اس کا فعل بھی موئنث استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر کی مثالوں میں دیکھا۔

چل رہی / چھائی / اترنی / کھنکی / ٹوٹ گئی / اڑنے لگی مثالیں بتاتی ہیں کہ فعل کا تابعیت یعنی اس کا موئیش ہونا فعل کے خاتمے پر آنے والی آواز ”ی“ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ان جملوں پر غور کیجئے:

اس نے اخبار پڑھا۔ لڑکا آیا۔

چہاز اُڑ گیا۔ پیر ہر ا ہو گیا۔

پرندہ منڈ پر پر بیٹھا تھا۔ کاغذ پھٹا ہوا تھا۔

ان جملوں میں سمجھی اسم مذکور ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ آنے والے فعل بھی مذکور ہیں جیسا کہ ان جملوں میں: آپا / پڑھا / اڑگیا / ہو گیا / بیٹھا تھا / پھٹا ہوا تھا، فعل مذکور اسم کی وجہ سے مذکور ہیں۔

متراوف الفاظ

(Synonyms)

ذیل کے جملوں میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے:

- ان کی زندگی عیش و آرام میں گزری۔
- اتحاد و اتفاق ہی سے قوم ترقی کرتی ہے۔
- ایسا تو میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔
- میل ملاپ، خلوص اور ہمدردی انسان کے اخلاق کو اجاگر کرتے ہیں۔
- انہوں نے مقابلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بات میں زور پیدا کرنے کے لیے ہم بھی جملوں میں ایسے الفاظ لاتے ہیں جو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں۔ دونوں لفظوں کے معنی یکساں ہوتے ہیں۔ ”اتحاد و اتفاق“ اور ”خواب و خیال“ کی ترکیبوں میں بھی (جو حرف عطف واو سے جوڑی گئی ہیں) لفظوں کے معنی ملتے جلتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری مثالوں ”میل ملاپ“ اور ”بڑھ چڑھ“ میں کوئی حرف عطف نہیں مگر یہ بھی معنی کے لحاظ سے یکساں ہیں۔

”وہ الفاظ جو معنی میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں، انھیں متراوف الفاظ کہا جاتا ہے۔“

متراوف لفظوں کے لیے ضروری نہیں ہے کہ دونوں الفاظ ہمیشہ ایک ساتھ استعمال کیے جائیں۔ جیسے: خوف و ڈر یا شہنم اور اوس ایک دوسرے کے متراوف ہیں لیکن انھیں ایک ساتھ استعمال نہیں کیا جاتا۔

متضاد الفاظ

(Antonyms)

درج ذیل میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے:

- صح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے۔
- زندگی میں اتار چڑھاؤ تو آتے ہی رہتے ہیں۔
- تمھیں اچھے بے کی پہچان ہے کہ نہیں۔
- زندگی خیر و شر کا مجموعہ ہے۔
- تجارت میں نفع نقصان تو لگا ہی رہتا ہے۔

خط کشیدہ الفاظ ایک دوسرے کے برعکس معنی دیتے ہیں۔

”وہ الفاظ جو معنی میں ایک دوسرے کی ضد ہوں، انھیں متضاد الفاظ کہا جاتا ہے۔“

مرکب الفاظ

(Compound Word)

یچے دیے گئے لفظوں پر غور کیجیے:

پن چکی	ڈاک گھر	گھوڑا گاڑی
گھر سوار	شیش محل	عبادت خانہ

یہاں ہر مثال میں دو لفظ آئے ہیں اور دونوں کے اپنے معنی ہیں۔ ”گھوڑا گاڑی“ میں ”گھوڑا“ ایک جانور اور ”گاڑی“ ایک خاص چیز ہے لیکن دونوں کے ایک ساتھ آنے سے جو نیا لفظ ”گھوڑا گاڑی“ بنا ہے، وہ ایک تیسرا چیز کا نام ہے۔

”پن چکی“ میں ”پن“ لفظ ”پانی“ کا مختصر رop اور ”چکی“ ایک مشین ہے۔ پن + چکی سے جو نیا لفظ بناتے ہیں، وہ دونوں سے الگ اسم ہے۔

”دو مختلف معنی رکھنے والے لفظوں کے ملنے سے جو نیا لفظ بنتا ہے، اسے مرکب لفظ کہتے ہیں۔“

سابقہ اور لاحقہ

(Suffix and Prefix)

ذیل کے جملوں پر توجہ دیجیے:

● اسے اس بات کی خبر نہیں تھی۔

وہ اس بات سے بے خبر تھا۔

تم یہ کام آسانی سے کر سکتے ہو۔

تم یہ کام آسانی کر سکتے ہو۔

میں اس شخص کو نہیں جانتا۔

وہ شخص میرے لیے انجان ہے۔

احمد اور میں ایک ہی جماعت میں ہیں۔

احمد میرا ہم جماعت ہے۔

میں اس جگہ وقت پر پہنچا۔

میں اس جگہ بر وقت پہنچا۔

اس کی قسمت اچھی ہے۔

وہ خوش قسمت ہے۔

اپر کے دونوں جملے معنی اور مفہوم میں یکساں ہیں البتہ دوسرے جملے میں خط کشیدہ الفاظ میں کچھ فرق ضرور ہے۔

(ب) دوسرا جز	(الف) پہلا جز
بے خبر	خبر نہیں
آسانی	آسانی سے
انجان	نہیں جانتا
ہم جماعت	ایک ہی جماعت میں
بروقت	وقت پر
خوش قسمت	اچھی قسمت

اس خاکے میں دوسرے جز (ب) کے الفاظ کی بناؤٹ یوں ہے۔

بے + خبر با + آسانی ان + جان ہم + جماعت بر + وقت خوش + قسمت
 بے، با، ان، ہم، بر، خوش، یہ سابقے ہیں۔

”بامعنی الفاظ سے پہلے لگنے والے حروف یا الفاظ کو سابقہ کہتے ہیں۔“

ان لفظوں پر غور کیجیے:

ایمان <u>دار</u>	جان <u>دار</u>	شان <u>دار</u>	●
گل <u>دان</u>	عطر <u>دان</u>	پان <u>دان</u>	●
ضرورت <u>مند</u>	عقل <u>مند</u>	دولت <u>مند</u>	●
جادو <u>گر</u>	ستم <u>گر</u>	کار <u>گر</u>	●
خطرناک <u>نک</u>	غم <u>نک</u>	الم <u>نک</u>	●
سائنس <u>دان</u>	سیاست <u>دان</u>	نکتہ <u>دان</u>	●

خط کشیدہ حروف سے پہلے جو الفاظ آئے ہیں، ان کے اپنے معنی مکمل ہیں لیکن خط کشیدہ حروف کے ساتھ مل کر ان کے معنی بدل جاتے ہیں یہ لاحقے ہیں۔

”بِمَعْنَى الْفَاظِ كَبَعْدِ آنَةِ وَالْحُرُوفِ كَلِمَةً كَهْتَ بِهِ ہیں۔“

روز مرہ

(Slang Phrase)

یہ جملے پڑھیے:

اللہ قسم! سچ کہہ رہی ہوں۔ ●

انھوں نے تو جھوٹے منہ بھی مجھے رکنے کے لیے نہیں کہا۔ ●

وہ دن گئے کہ تم زمین پر پاؤں نہ دھرتے تھے۔ ●

”خط کشیدہ الفاظ ایسے فقرے ہیں جنہیں روزانہ کی بات چیت میں خاص موقعوں پر اور خاص

معنوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے فقروں کو روز مرہ کہتے ہیں۔“

محاورے

(Idioms)

اب ان جملوں کو پڑھیے:

- بہت دن بعد نافی سے مل کر آنکھیں بھرائیں۔
- حقیقت سامنے آنے پر وہ بغلیں جھانکنے لگا۔
- آپ سے مل کر دل باغ باغ ہو گیا۔

ان جملوں کے خط کشیدہ الفاظ ”آنکھیں بھرا آنا، بغلیں جھانکنا اور دل باغ باغ ہو گیا“ کے معنی ہیں:

”رنجیدہ ہونا، شرمدہ ہونا اور بہت خوش ہونا۔“

”وہ الفاظ جو فعل پر ختم ہوتے ہیں اور اپنے لغوی معنی کی جگہ دوسرے معنی میں استعمال کیے جاتے ہیں، انکھیں

محاورہ کہتے ہیں۔“

کہاوت (Parable)

درج ذیل کہانی پڑھیے:

ایک دن کی بات ہے، ایک لو مری اپنی غذا کی تلاش میں نکلی۔ سارے دن گھومتی پھرتی رہی۔ کھانے کو کچھ نہ ملا۔ اسی تلاش میں وہ ایک باغ میں پہنچ گئی۔ وہاں انگور کی بیل تھی۔ انگور کے رس دار خوشے لٹک رہے تھے۔ لو مری کے منہ میں پانی بھر آیا۔ آس پاس دیکھ کر وہ انگور کے ایک خوشے کی طرف اچھلی مگر اس تک نہ پہنچ سکی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے رخ بدل کر پھر چھلانگ لگائی مگر منہ میں ایک بھی انگور نہیں آیا۔ اس نے سوچا ہمّت نہیں ہارنی چاہیے۔ پھر اس نے اپنے جسم میں پھرتی پیدا کی اور لگاتار کئی چھلانگیں لگائیں۔ مگر انگوروں تک نہ پہنچ سکی اور وہ رُری طرح تھک گئی۔ آخر کار نڈھال ہو کر باغ سے باہر جانے لگی۔ جاتے جاتے اس نے انگوروں کو مرکر دیکھا۔ اتنی دیر میں ایک دوسرا لو مری آگئی اور کہنے لگی:

”بہن کیوں! چل دیں، انگور نہیں ملے؟“

لو مری نے کہا: ”نہیں انگور تو بہت ہیں لیکن کھتے ہیں۔“

کہانی کے آخر میں لو مری نے انگور نہ کھانے کی جو وجہ بتائی ہے یعنی ”انگور کھتے ہیں، ایک کہاوت ہے۔“ لو مری نے اپنی شرمندگی دور کرنے کے لیے جو وجہ بتائی اسے ہم ایسے موقع پر بولتے ہیں جب کوئی اپنی شرمندگی کو چھپانے کے لیے کوئی بہانہ بناتا ہے۔

”کہاوت وہ فقرہ، جملہ یا قول ہے، جسے بات میں زور پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کہاوت

کے پیچھے کوئی واقعہ یا کہانی ضرور ہوتی ہے۔“

کہاوت کے چند الفاظ وہ بات بیان کر دیتے ہیں جس کے لیے عام طور پر خاصی تفصیل درکا ہوتی ہے۔ ہر کہاوت انسانی تجربے کا نجٹ پیش کرتی ہے۔ اس میں بڑے گر کی باتیں بیان ہوتی ہیں۔ یہ کسی سماجی یا تہذیبی تجربے یا واقعے کے اثر سے اپنے آپ وجود میں آ جاتی ہے اور پھر ایک نسل سے دوسری نسل تک اور کبھی کبھی ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچ جاتی ہے۔

ہماری زبان میں کہاوتوں کا ایک بڑا خزانہ پایا جاتا ہے۔ اس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

☆ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا	ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں پھنسا۔
☆ ابھی دلی دور ہے	کام پورا نہیں ہوا ہے یا مقصد پورا ہونے میں دیر ہے۔
☆ چار دن کی چاندنی پھر اندر ہیری رات	زندگی کے تھوڑے دن آرام چین سے گزرتے ہیں اس کے بعد پھر وہی مصیبتوں۔
☆ مان نہ مان میں تیرا مہمان	اپنے آپ کو کسی پر زبردستی مُسلط کرنا۔
☆ جیسی کرنی ویسی بھرنی	جب یا عمل کرو گے، ویسا ہی پھل ملے گا۔
☆ ناق نہ جانے آنگن ٹیڑھا	کام کرنا نہ آتا ہو اور کام ہی کو خراب بتایا جائے۔

فقرہ

(Phrase)

یہاں کچھ لفظوں کے مجموعے پیش کیے جا رہے ہیں۔ انھیں غور سے پڑھیے:

- جذبات کی عکاسی
- شام سے پہلے
- گائی جاتی ہے۔
- مشاہدے کی گہرائی
- محبت کا پیغام

غور کیجیے، اور لفظوں کے جو مجموعے پیش کیے گئے ہیں۔ ان سے مکمل معنی سامنے نہیں آتے بلکہ ان کے پڑھنے سے ادھورے معنی ہی نکلتے ہیں۔ انھیں واضح کرنے کے لیے شروع یا آخر میں چند الفاظ کا استعمال ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یعنی لفظوں کا وہ مجموعہ جو ایک خاص ترتیب میں کسی قدر با معنی ہونے کے باوجود مکمل نہ ہو، فقرہ

کہلاتا ہے۔

جملہ

(Sentence)

کالم 'الف' اور کالم 'ب' کی تحریر کو نور سے پڑھیے:

(ب)	(الف)
نالوں میں جذبات کی عکاسی ضرور ہے۔ مجھے شام سے پہلے ہی یہ کام مکمل کر لینا ہے۔ اچھی کتاب بار بار پڑھی جاتی ہے۔ اقبال کی نظموں میں مشاہدے کی گہرائی بہت زیادہ ہے۔ ہماری قومی شاعری میں خاص طور پر محبت کا پیغام دیا گیا ہے۔	جذبات کی عکاسی شام سے پہلے پڑھی جاتی ہے مشاہدے کے گہرائی محبت کا پیغام

کالم 'الف' میں دیے گئے فقرے معنی کے اعتبار سے ادھورے ہیں۔ کالم 'ب' میں انھیں جب اور لفظوں کے ساتھ جوڑا گیا تو ان کا مفہوم واضح ہو گیا۔

”الفاظ کا وہ مجموعہ جن سے بات مکمل واضح ہو جائے، جملہ کہلاتا ہے۔“

ادھوری بات یعنی فقرہ کو مرکب ناقص اور جملے کو مرکب تام بھی کہتے ہیں۔

جملے کے اجزاء : مبتداء، خبر

اوپر کالم 'ب' میں دیے گئے جملوں کو ذیل میں ان کے اجزاء کے ساتھ پڑھیے:

(ب)	(الف)
جنربات کی عکاسی ضروری ہے۔	ناول میں
محض شام سے پہلے ہی یہ کام مکمل کر لینا ہے۔	محض شام سے پہلے
بار بار پڑھی جاتی ہے۔	اچھی کتاب
مشاهدے کی گہرائی بہت زیادہ ہے۔	اقبال کی نظموں میں
خاص طور پر محبت کا پیغام دیا گیا ہے۔	ہمارے قومی ترانے میں

ان جملوں میں کالم 'الف' خانے میں جو فقرے ہیں ان کی بابت کالم 'ب' میں بتایا گیا ہے۔

”جملے کا پہلا جزو جو کسی کی بابت ہو، اسے 'مبتداء' کہتے ہیں اور دوسرا جزو جس میں کسی کی بابت کوئی بات

کہی گئی ہو، اسے 'خبر' کہتے ہیں۔“

اوپر کی ان مثالوں میں کالم 'الف' کے الفاظ مبتداء ہیں اور کالم 'ب' میں ان سے متعلق کہی گئی بات خبر ہے۔

جملے کی فرمیں مفرد مرکب

ان جملوں کو پڑھیے:

- 1 - وہ آئے۔

- 2 - وہ آئے مگر فوراً چلے گئے۔

پہلے جملے میں ایک فعل ہے اور ایک فاعل۔
وہ (فاعل) آئے (فعل)

”وہ جملہ جس میں ایک فعل اور ایک فاعل ہو، اسے مفرد جملہ کہتے ہیں۔“

دوسرے جملے میں دفعہ ہے۔
”آئے“ اور ”چلے گئے“

”وہ جملہ جو دو یا دو سے زیادہ جملوں سے مل کر کسی ایک مفہوم کو ادا کرے، اسے مرکب جملہ کہتے ہیں۔“

بیانیہ، انکاریہ، سوالیہ، فجائیہ، حکمیہ جملے

بیانیہ جملہ

درج ذیل جملوں کو پڑھیے:

(الف) یہ پھول خوبصوردار ہیں۔

اس جملے میں پھولوں کے بارے میں ایک بات بتائی گئی ہے۔

ایسا جملہ جس میں کوئی بات بتائی جائے یا خبر دی جائے، اسے بیانیہ جملہ کہتے ہیں۔

اس میں کسی بات کا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اسی لیے اسے ثابت جملہ بھی کہتے ہیں۔

انکاریہ جملہ

(ب) یہ پھول خوبصوردار نہیں ہیں۔

اس جملے میں بھی خبر دی گئی ہے۔ اس لیے یہ بھی بیانیہ جملہ ہے۔ لیکن اس میں منفی کیفیت ہے۔

یعنی کسی بات کا نہ ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

”ایسا جملہ جس میں کوئی بات منقی انداز سے کہی گئی ہو یا انکار کیا گیا ہو، اسے منقی یا انکار یہ جملہ کہتے ہیں۔“

سوالیہ جملہ

(ج) کیا یہ پھول خوش بودار ہیں؟

اس جملے میں کوئی بات پوچھی گئی ہے۔

”ایسا جملہ جس میں سوال کیا گیا ہو، اسے سوالیہ یا استفسہ امامیہ جملہ کہتے ہیں۔“

فجائیہ جملہ

(ہ) واہ! کتنی اچھی خوبصورتی ہے ان پھولوں کی۔

اس جملے میں جذبے و کیفیت اور تاثر کا اظہار ہے۔

”وہ جملہ جس میں کسی جذبے یا نوری تاثر و کیفیت کا اظہار ہو، اسے فجائیہ جملہ کہتے ہیں۔“

حکمیہ جملہ

(د) خوبصوردار پھول لاو۔

اس جملے میں کوئی کام کرنے کے لیے کہا گیا ہے یا حکم دیا گیا ہے۔

”ایسا جملہ جس میں کسی کام کو کرنے کا حکم دیا گیا ہو، اسے امریہ حکمیہ جملہ کہتے ہیں۔“

رموزِ اوقاف

(Punctuation)

ذیل کی علامتوں کو دیکھیے اور ان کے معنی و اہمیت پر غور کیجیے:

✓ = ÷ × - +

ان علامتوں کا استعمال حساب کے سوالات حل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

اسی طرح زیر، زبر، پیش، تشدید اور جزم وغیرہ اعراب ہیں۔ ان کا استعمال الفاظ کے تلفظ کے لیے کرتے ہیں۔

کچھ علامتیں ہم عبارت میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے کہ عبارت میں جگہ جگہ ٹھہرنا بھی پڑتا ہے۔

کہیں لمحے کے اتار چڑھاؤ کے لحاظ سے آواز دھیمی یا تیز کرنی پڑتی ہے۔ کبھی وقفہ دینا یا لمحے کو تبدیل کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح کچھ علامتیں ہیں جو وقوف یا لمحے کی تبدیلی کو ظاہر کرتی ہیں۔

”وہ خاص علامتیں جو عبارت کو صحیح طور پر پڑھنے کے لیے ضروری ہوتی ہیں، انہیں رموزِ اوقاف

کہتے ہیں۔“

یہ پڑھنے کے جملوں کو با آواز بلند پڑھیے:

(ب)	(الف)	
میلے میں مرد، عورتیں، نپھ اور بوڑھے سبھی موجود تھے۔	میلے میں مرد عورتیں نپھ اور بوڑھے سبھی موجود تھے۔	☆
زبان، خیالات کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔	زبان خیالات کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔	☆

☆ اچانک موسم بدل گیا ٹھنڈی ہوا چلنے لگی بادل گھر آئے، اندر چھا گیا۔	☆ اچانک موسم بدل گیا ٹھنڈی ہوا چلنے لگی بادل گھر آئے اندر چھا گیا
☆ تم دلی کب آؤ گے؟	☆ تم دلی کب آؤ گے
☆ شاباش! اسی طرح محنت کرتے رہو۔	☆ شاباش اسی طرح محنت کرتے رہو
☆ چٹانوں کی کئی فستمیں ہیں: تھہدار چٹانیں، آتشیں چٹانیں وغیرہ۔	☆ چٹانوں کی کئی فستمیں ہیں: تھہدار چٹانیں، آتشیں چٹانیں وغیرہ
☆ نگے سر تر لوچن نے کسی قدر بوکھلا کر کہا، ”میں نگے سر نہیں جاؤں گا۔“	☆ نگے سر تر لوچن نے کسی قدر بوکھلا کر کہا میں نگے سر نہیں جاؤں گا
☆ انڈیا گیٹ (India Gate) دہلی میں ہے۔	☆ انڈیا گیٹ (India Gate) دہلی میں ہے

ان جملوں کی روشنی میں اب غور کیجیے:

☆ ہر جملے کے آخر میں نشان (-) لگایا گیا ہے۔

”وہ نشان جو جملے کے ختم ہونے پر لگاتے ہیں، اُسے ختمہ (-) کہتے ہیں۔“

☆ جہاں بولتے یا لکھتے ہوئے کچھ مختلف چیزوں کا ذکر ہوتا ہے تو ہر ایک کا نام لے کر تھوڑا اٹھرنا چاہیے۔

”کسی ایک لفظ یا نظرے کے بعد تھوڑا سا اٹھرنے کے لیے جو علامت استعمال کی جاتی ہے، اُسے سکته

(Coma) (،) کہتے ہیں۔“

☆ جہاں اٹھرنا تو زیادہ ہوتا ہے۔

”سکتے سے ذرا طویل اٹھرنا وقفہ (;) کہلاتا ہے۔“

☆ کوئی بات کہہ کر اس سے متعلق جب تفصیل بیان کرنی ہوتی ہے۔

”وہ نشان جو کسی شخص یا بات کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے لگاتے ہیں، اُسے رابط (:) کہتے ہیں۔“

☆ جہاں سوالیہ لجھہ ہوتا ہے۔

”سوالیہ لجھ کے اظہار کے لیے جملے کے آخر میں جو نشان لگایا جاتا ہے، اُسے سوالیہ نشان (؟) کہتے ہیں۔“

☆ جہاں کسی کی بات یا قول کو نقل کیا جاتا ہے۔

”کسی کی بات کو اسی کے الفاظ میں نقل کرتے ہوئے جو علامت لگائی جاتی ہے، اُسے واوین (” ”) کہتے ہیں۔“

☆ جہاں فوری حیرت، استجواب، خوشی یا غم کا لجھہ ہو۔

”حرفِ نشاط، حرفِ تاسف یا حرفِ ندا یا جوش و جذبے کو جس نشان کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے، اُسے

☆ نجائزیہ نشان (!) کہتے ہیں۔“

☆ جہاں کسی بات کی اضافی یا تو ضمیحی شکل ہو یا دوسری زبان کا لفظ ہو۔

”کسی بات کی اضافی شکل یا دوسری زبان میں پیش کرنے کے لیے اس بات کو جس علامت کے ساتھ

☆ ساتھ لکھا جاتا ہے، اُسے قوسین () کہتے ہیں۔“

اگر ہم ہموار لجھے میں بھی بولتے ہوئے آواز کے اُتار چڑھاؤ کے بغیر مسلسل بولتے جائیں تو سننے والا ہماری بات کا مطلب کچھ کا کچھ سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح لکھتے ہوئے بھی ہمیں اپنی تحریر میں ٹھہراو اور لہجوں کے مطابق علامتیں لگائی چاہئیں۔ ان علامتوں کو رموزِ اوقاف (punctuation) کہتے ہیں۔ (رموز: رمز کی جمع = نشانات، اوقاف: وقف کی جمع = ٹھہراو)

ذیل کے خاکے میں ان رموز کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

استعمال	نام	علامات
جملے میں مختصر و قرنے کے لیے۔ سکتے سے کسی قدر طویل و قرنے کے لیے۔ مفصل ہم خیال مختصر جملوں کو ایسے ہی دوسرے جملوں سے جوڑنے کے لیے۔ جملے کے خاتمے پر۔ جملے میں سوالیہ اظہار کے لیے۔ جملے میں کسی جذبے یا تخاطب کے لیے۔ کہنے والے کے اپنے الفاظ لکھنے کے لیے۔ جہاں کسی دوسری زبان کا لفظ ہو۔	سکتہ وقہ راہطہ ختمه سوالیہ فجایسیہ دواوین قوسین	‘ ؛ ： - ؟ ! “.....” ()

حصہ (ب)

not to be republished
© NCERT

شعر کافن

شعر

دوستوں کی محفل تھی۔ بے تکف گفتگو نے رفتہ رفتہ ہنسی مذاق کی جگہ ایک دوسرے پر طنز اور تضییک کا رنگ اختیار کر لیا۔ محفل سمت سمتا کر بس دوستوں پر مرکوز ہوتی۔ شناختہ گفتگو غیر شاستگی میں بدلنے لگی۔ خوش کلامی کی جگہ بد کلامی نے لے لی۔ تو تکرار تک نوبت آگئی۔ اس سے پہلے کہ کچھ اور صورت پیش آئے۔ ان دونوں میں سے ایک صاحب نے سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے رخ بدلنے کی کوشش کی اور مسکراتے ہوئے کہا۔ غالب کا ایک شعر سنئے۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
بس یہ سننا تھا کہ پہلے صاحب کو کچھ احساس ہوا۔ وہ اپنے رویے پر شرمندہ ہوئے۔ حالات بے قابو ہونے سے نچ گئے اور وہ بالآخر ایک دوسرے سے گلے مل کر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے
کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمھارے جی کو بُری لگی
تو بیاں سے پہلے ہی بھولنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(مومن)

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بات چیت کے دوران کوئی مناسب اور بمحل شعر بھی پیش کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہ شعر ہمارے جذبے اور احساس کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شعر کو بار بار سننے، پڑھتے اور یاد بھی کر لیتے ہیں۔

غور کیجیے کیا نثر اور شعر دونوں ایک ہی ہیں یا ان میں کچھ فرق بھی ہے؟ جی ہاں! نثر اور شعر کا فرق بہت

واضح ہے۔ نثر یعنی جملوں میں کہی جانے والی بات اور شاعری یعنی شعر میں کہی گئی بات۔ نثر میں بات واضح اور مفصل انداز سے کہی جاتی ہے اور شعر میں اشارے اور اختصار کے ساتھ۔ لفظوں کی ایک خاص ترتیب کی وجہ سے شعر میں بات زیادہ پُر اثر ہو جاتی ہے۔

”شعر دہ کلام ہے، جس میں لفظوں کی ایک ایسی خاص ترتیب یعنی موزونیت ہو اور اس سے لے،

نغمگی، آہنگ اور اثر پیدا ہو جائے۔“

حضرت مولانا کا شعر ہے۔

شعر در اصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

مصرع

شعر کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ہر حصہ مصرع کہلاتا ہے۔ پہلے مصرع کو مصرع اولی اور دوسرے کو مصرع ثانی کہتے ہیں۔ مثلاً:

ہے جتو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
(مصرع اولی)

اب دیکھیے ٹھیرتی ہے جا کر نظر کہاں
(مصرع ثانی)

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
(مصرع اولی)

ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستان ہمارا
(مصرع ثانی)

شعر کی طرح بعض مصرع بھی اتنے مشہور ہو جاتے ہیں کہ ایک مصرع ہی مکمل مفہوم اور تاثر پیدا کر دیتا ہے اور دوسرے مصرع کو اس مصرع کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔
مثال کے طور پر یہ چند مصرع دیکھیے:

ع ادب پہلا قرینہ ہے مجت کے قرینوں میں
ع اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
ع حضرتِ داع جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے
ع صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

جب ہم کسی مصرع یا شعر کو کہیں نقل کرتے ہیں تو شعر کو اس ' علامت کے ساتھ اور مصرع کو 'ع' علامت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔

وزن و بحر

آپ جانتے ہیں کہ کسی چیز کو تو لئے، وزن کرنے یا ناپنے کے لیے مختلف قسم کے باث اور پیانے مقرر ہیں۔ جیسے گرام، لیٹر اور میٹر وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح شعر کہنے اور اسے پڑھنے کے بھی خاص پیانے ہیں۔ اس پیانے کو 'وزن' کہا جاتا ہے۔

شاعری میں مختلف اوزان کے مطابق شعر کہا جاتا ہے اور اس کے وزن کو پرکھا جاتا ہے۔ وزن ہی ایک ایسا پیانہ ہے جو شعر کو نثر سے مختلف بناتا ہے۔ شعر کی موزونیت وزن سے قائم ہوتی ہے۔ اسی لیے شعر کے لیے وزن کی پابندی لازمی قرار دی گئی ہے۔ وزن کی پابندی یعنی موزونیت سے شعر میں نگزگی، لے اور آہنگ پیدا ہوتا ہے۔ مختلف اوزان کو جب ہم قافیہ کی پابندی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تو اسے 'بجز' کہتے ہیں۔

اب کچھ مقررہ اوزان کے پیانے پر شعر کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں:
وزن کے مختلف پیانے اور بحر کے نام:

فَتُولُنْ فَتُولُنْ فَتُولُنْ
فَتُولُنْ فَتُولُنْ فَتُولُنْ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ستاروں/س آگے/ جہا او/ ربھی ہیں
ابھی عش/ق کے ام/تحا او/ ربھی ہیں

مَفَا عِيْلُنْ مَفَا عِيْلُنْ مَفَا عِيْلُنْ مَفَا عِيْلُنْ
مَفَا عِيْلُنْ مَفَا عِيْلُنْ مَفَا عِيْلُنْ مَفَا عِيْلُنْ

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ہزارو خا/ہشے اے سی/اک ہر خاہش/پر دم نک لے
بہت نک لے/مرے ارما/ن لے کن پھر/ بھم نک لے

اب غور کیجیے کہ ان دونوں مثالوں میں شعر کے الفاظ کی تعداد کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے۔ الفاظ کی اسی

کمی بیشی سے وزن ظاہر ہوتا ہے اور اسی سے بحر مقرر ہوتی ہے۔ پہلی مثال میں فعلون کی چار بار تکرار ہے اور اس وزن پر بحر کا نام ہے: ”بھر متقارب۔ دوسری مثال میں ’مفاعلین‘ کی چار بار تکرار ہے اور اس وزن پر بحر کا نام ہے: ”بھر ہرج۔ مختلف اوزان اور بحروں سے تفصیلی واقفیت کے لیے علم عروض کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

قاۡفیہ

یہ شعر پڑھیے:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے
پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

اوپر دیے گئے شعروں میں خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے:

- دم کم
- جہاں امتحان
- حباب سراب

• گلشنِ دامن •

یہ لفظ ایک جیسی آواز پر ختم ہوتے ہیں اور ان سب میں آخری حرف یا حروف مشترک بھی ہیں، جیسے:
دم اور کم میں 'م'۔ حباب اور سراب میں 'ب'، جہاں، امتحان میں 'اں' اور گلشن اور دامن میں 'ن'۔

”وہ لفظ جو یکساں آواز اور یکساں حرف/حروف پر ختم ہوتے ہیں، انھیں قافیہ کہتے ہیں۔“

قافیے سے شعر میں نغمگی اور ترثیم پیدا ہوتا ہے۔

ذیل کی مثالوں میں قافیوں کو پہچانیے:

اک معتما ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کا ہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

ردیف

قافیے کے تعلق سے آپ نے ابھی کئی شعر پڑھے۔ چوتھے شعر کے قافیے تھے، 'گلشن' اور 'دامن'۔ یہ شعر تو
قافیے پر ہی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد اور شعر دیکھیے۔ ہر شعر میں قافیے کے بعد کچھ اور بھی ہے۔
شعر نمبر 1 میں 'دم' اور 'کم'، قافیوں کے بعد 'نکلے'،
شعر نمبر 2 میں 'جہاں' اور 'امتحان'، قافیوں کے بعد 'اور بھی ہیں'۔

شعر نمبر 3 میں 'حباب' اور 'سراب' قافیوں کے بعد کی سی ہے۔

"عام طور پر اشعار میں قافیے کے بعد جو لفظ یا الفاظ دھرائے جاتے ہیں، انھیں ردیف کہتے ہیں۔"

ردیف کی کچھ اور مثالیں دیکھیے:

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
جو گز ری مجھ پہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلا کشانِ محبت پہ جو ہوا سو ہوا
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباه کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وزن شعر کا لازمی جزو ہے۔ قافیہ اور ردیف شعر کے لیے ضروری نہیں ہیں۔

لیکن یہ ضرور ہے کہ قافیہ اور ردیف سے شعر کی نیگنگی، حسن اور اثر آفرینی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

شعر کے مفہوم و معنی اور اہمیت سے متعلق یہاں پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کی کتاب 'ہماری شاعری'

سے یہ چند جملے نقل کیے جاتے ہیں:

"کامل شعروہی ہے جس میں موزونیت بھی ہو اور اثر بھی۔ کلام کے موزوں ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے جن کو ادا کرتے وقت آواز میں ایک خوبصورت تسلسل یا ترجم پیدا ہو جائے اور ایک خاص طرح کی لذت حاصل ہو۔ اس لذت کا احساس انسان کی فطرت میں داخل ہے اور اسی فطری احساس پر غور کرنے اور تجزیہ کرنے سے وہ اوزان دریافت ہوئے جن کی مطابقت سے کلام میں موزونیت پیدا ہوتی ہے۔"

لیکن موزونیت کے تحت شعر کے نئے اوزان دریافت کرنے کا امکان اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لفظوں کا وہ مجموعہ جس میں موزونیت کی صفت پائی جائے، مصرعہ کھلاتا ہے۔ شاعری جذبات کی ترجیحی ہے اور انسان کے گھرے جذبات فطرتاً موزونیت اور موسیقیت کے ساتھ ظاہر کیے جاتے ہیں۔ تعلیم کا مقصد یہی تو ہے کہ قدرت نے جو قوّتیں انسان کی فطرت میں پھپا رکھی ہیں، وہ ظاہر کر دی جائیں۔ مگر اس طرح کہ ان کا قدرتی تناسب اور توازن بگڑنے نہ پائے۔ اس صورت میں اگر یقین ہو جائے کہ انسان میں کچھ قوّتیں ایسی بھی ہیں جن کی ترقی بالکل یا بہت کچھ شعر کی محتاج ہے تو نظامِ تعلیم میں شعر کی جگہ نکل آئے گی۔ جذبات کی تربیت کا شعر سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں اور کوئی نظامِ تعلیم انھیں نظر انداز نہیں کر سکتا۔“

شعری ہمیٹنیں

مسmet :

شعر کی اصطلاح میں مسمط ایسی نظم کو کہتے ہیں، جو کئی بندوں میں لکھی جائے۔ ایک بند میں اشعار کی تعداد تین سے لے کر دس تک ہوتی ہے۔ مسمط کے ہر بند میں مصراعوں کی تعداد برابر ہونی چاہیے۔ یعنی پہلا بند اگر پانچ مصراعوں کا ہے تو بعد کے تمام بند بھی پانچ پانچ مصراعوں کے ہوں گے۔

مسmet کی آٹھ فرمیں ہوتی ہیں:

مثلث : جس کے ہر بند میں تین مصرع ہوتے ہیں۔

مریغ : جس کے ہر بند میں چار مصرع ہوتے ہیں۔

خمس : جس کے ہر بند میں پانچ مصرع ہوتے ہیں۔

سدس : جس کے ہر بند میں پچھے مصرع ہوتے ہیں۔

مسیع : جس کے ہر بند میں سات مصرع ہوتے ہیں۔

مشمن : جس کے ہر بند میں آٹھ مصرع ہوتے ہیں۔

متسع : جس کے ہر بند میں نو مصرع ہوتے ہیں۔

معشر : جس کے ہر بند میں دس مصرع ہوتے ہیں۔

ترجع بند:

ترکیب بند اور ترجع بند میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ترکیب بند میں ٹپ کا شعر ہر بار بدلتا ہے جب کہ ترجع بند میں ٹپ کا شعر تبدیل نہیں ہوتا، ہر بند کے آخر میں جوں کا توں دھرایا جاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر

بند کے آخر میں صرف ایک مصرع ہی بار بار لایا جاتا ہے۔ اس میں مثالیں بہت کم ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی نظم ”بنجارتہ نامہ“ اس کی ایک معروف مثال ہے۔

ترکیب بند:

اس کے ہر بند میں عام طور پر پانچ سے گیارہ تک اشعار ہوتے ہیں۔ ہر بند میں غزل کی طرح مستقل قافیہ ہوتا ہے۔ لیکن ہر بند کا قافیہ دوسرے بند سے مختلف ہوتا ہے۔ پورے ترکیب بند کا ایک ہی بھر میں ہونا ضروری ہے۔ ہر بند کے آخر میں ٹپپ کا شعر ہوتا ہے جس کا وزن تو باقی نظم کے موافق ہوتا ہے لیکن اس کا قافیہ مختلف ہوتا ہے۔ اس شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں نیز ٹپپ کا یہ شعر ہر بند کے آخری شعر سے مربوط ہوتا ہے۔ ترکیب بند میں ہر بند کے اشعار کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور یکساں بھی ہو سکتی ہے۔ ترکیب بند کی مثال حالی کی نظم ”مرثیہ غالب“ یا اقبال کی نظم ”مسجد قربطہ“ ہے۔

فرد:

ایک شعر فرد کہلاتا ہے۔ بیت اور فرد میں یہ فرق ہے کہ بیت ہر شعر کو کہا جاسکتا ہے جب کہ فرد وہ شعر ہے جو اکیلا ہی کہا گیا ہو۔ بعض اوقات شاعر صرف ایک شعر موزوں کر کے چھوڑ دینا ہے۔ یہ شعر اکیلا ہی دیوان یا کلیات میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ بھی ہو سکتے ہیں اور نہیں بھی۔

بیت:

ایک بیت میں دو مصرع ہوتے ہیں۔ اردو میں بیت کے لیے لفظ شعر زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم رباعی کو ”دوبیتی“ بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں دو شعر ہوتے ہیں۔

علم بیان

اس شعر کو پڑھیے اور غور کیجیے:

گلدنہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضمون ہو تو سورنگ سے باندھوں
کسی بات کو دل کش اور پُر اثر انداز سے کہنے کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں۔

”وہ علم جس کے ذریعے ہم کسی بات / کلام کو دل کش اور پُر اثر بناتے ہیں، ”علم بیان“ کہلاتا ہے۔“

زبان و بیان پر قدرت ہو تو کہنے والا ایک ہی خیال کو نت نئے انداز سے ادا کر سکتا ہے، اس خوبی سے کہ اس میں دل کشی اور اثر بھی رہے اور ایجاد و اختصار بھی۔

میر انیس کا یہ بند پڑھیے اور اس کے ذریعے علم بیان کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کیجیے:

تعریف میں چشمے کو سمندر سے ملا دوں قطرے کو جو دوں آب تو گوہر سے ملا دوں
ذرے کی چمک مہرِ متوتر سے ملا دوں خاروں کو نزاکت میں گلی تر سے ملا دوں
گلدنہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں

اک پھول کا مضمون ہو تو سورنگ سے باندھوں

”اک رنگ کا مضمون سورنگ سے باندھنا“ بھی علم بیان ہے۔

کسی خیال کو پیش کرنے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں، جیسے: تشبیہ، استعارہ، کناہ، مجازِ مرسل وغیرہ۔

یہ اجزاء اور شعر دونوں میں برتبے جاتے ہیں۔

تشییہ

(Simile)

میر ترقی میر کا یہ شعر پڑھیے:

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
اس شعر میں لب (ہونٹ) کو گلاب کی پنکھڑی کے مانند بتایا گیا ہے۔

”کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے مانند بتانا، تشییہ کہلاتا ہے۔“ ان دونوں چیزوں میں کسی نہ کسی طرح

کی مشابہت کا ہونا ضروری ہے۔

تشییہ کے چار جز ہیں:

1. مشبہ: جس چیز کی تشییہ دی جائے۔ جیسے: لب کو گلاب کی پنکھڑی سے تشییہ دی گئی ہے اسے مشبہ کہتے ہیں۔
2. مشبہ بہ: جس چیز سے تشییہ دی جاتی ہے۔ جیسے: گلاب کی پنکھڑی سے لب کو تشییہ دی گئی ہے۔
3. وجہ یا غرض تشییہ: ایک شے کو دوسری شے سے تشییہ دینے کی کوئی وجہ یا غرض ہوتی ہے۔ جیسے: نازک سرخ لب کو گلاب کی پنکھڑی اس لیے کہا گیا کہ گلاب کی پنکھڑی نازک اور سرخ ہوتی ہے۔ ان دونوں میں نزاکت اور سرخ رنگ وجہ تشییہ / وجہ شبہ ہے۔
4. حرفِ تشییہ: وہ لفظ جو تشییہ ظاہر کرے۔ میر کے اس شعر میں لفظ ”سی“ حرفِ تشییہ ہے۔ ’سی‘ کے علاوہ جیسا، ایسا، ویسا، سا، مانند، طرح، گویا، یوں، وغیرہ الفاظ بھی تشییہ کو ظاہر کرتے ہیں، یہ حرفِ تشییہ ہیں۔

استعارہ (Metaphor)

حضرت مولانی کی غزل کا درج ذیل مطلع پڑھیے اور غور کیجیے کہ انھوں نے محبوب کی تعریف کے لیے کیا الفاظ استعمال کیے ہیں:

روشنِ جمالِ یار سے ہے انجمنِ تمام
دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چنِ تمام
دوسرے مصرعے میں آتشِ گل استعمال ہوا ہے۔ آتشِ گل سے مراد ہے ’دہکتا ہوا پھول‘ یا بہت خوبصورت پھول۔ شاعر نے اس مصرعے میں یہ نہیں کہا کہ اس کے محبوب کا حسن آتشِ گل کی مانند ہے۔ اس نے صرف آتشِ گل کہا اور ہم نے سمجھ لیا کہ اس کا مطلب دہکتا ہوا پھول نہیں بلکہ جمال یا ریعنی محبوب کا حسن ہے۔ یہاں لفظ کو اپنے اصل معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

”وہ لفظ جو اپنے اصلی معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال کیا جائے اور دونوں معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو، اُسے استعارہ کہتے ہیں۔“

استعارہ لفظ ’مستعار‘ سے بناتے ہے جس کے معنی ’ادھار لینا‘ ہے۔ اسی لیے استعارے میں لفظ اپنے لغوی معنی کے بجائے کسی اور معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ دونوں لفظوں کے ما بین کسی خصوصیت کی بنا پر تشبیہ کا تعلق ضرور پایا جاتا ہے۔

استعارے اور تشبیہ میں گہرا تعلق ہے۔ تشبیہ ہی کی طرح استعارے میں مشتبہ اور مشتبہ بہ ہوتا ہے۔ تاہم

استعارے میں مشبہ کو مستعار لئے اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہیں۔
ان دونوں کے ماہین ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ تشییہ میں کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے جیسا بتایا جاتا ہے اور اس کے اظہار کے لیے حرفِ تشییہ یعنی 'جیسا،' کی طرح، 'مانند،' وغیرہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جب کہ استعارے میں یہ الفاظ نہیں ہوتے۔

نیچے دی ہوئی مثالوں کو دیکھ کر یہ فرق اور واضح ہو جائے گا:

استعارہ	تشییہ
زید رسم کی طرح ہے	زید رسم کی طرح ہے
احمد فرشتہ ہے	احمد فرشتہ جیسا ہے
شکیلہ چاند ہے	شکیلہ چاند کی مانند ہے

عام طور پر استعارے میں صرف مستعار منہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد مستعار لئے ہوتا ہے۔ سید ہے سادے انداز میں اسی بات کو یوں سمجھیے کہ استعارے میں جس چیز سے تشییہ دی جاتی ہے صرف اسی کا ذکر کر دیتے ہیں اور اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جسے تشییہ دی گئی ہے۔
مثال کے طور پر مثنوی 'سرالبيان' میں جب شہزادہ بے نظر کو پری چپت سے اٹھا لے جاتی ہے تو بادشاہ کا رہ عمل اس طرح ہوتا ہے۔

کہا شہ نے وال کا مجھے دوپتا عزیزو! جہاں سے وہ یوسف گیا
یوسف جیسا بے نظر کہاں گیا۔ صرف یوسف کہنے سے ہی ہم نے سمجھ لیا کہ یہ بے نظر کا استعارہ ہے۔

کناہ

امیر مینائی کا ایک شعر ہے:

اس چمن میں طائرِ کم پر اگر میں ہوں تو کیا
دور ہے صیادِ ابھی اور آشیاں نزدیک ہے

اس شعر میں طائرِ کم پر سے مراد ہے کم اڑنے والا پرندہ۔ ایسا پرندہ جو تیز رفتار نہ ہو۔ کم پر کہہ کر شاعر نے بات واضح نہیں کی بلکہ بات پوشیدہ رکھی۔

”بات کا پوشیدہ رکھ کر کہنا یا مخفی اشارہ، کناہ کہلاتا ہے۔“

کناہ وہ لفظ ہے جس کے حقیقی یا اصلی معنی مراد نہ ہوں بلکہ غیر حقیقی معنی مراد لیے جائیں۔

غالب کا ایک شعر ہے:

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو رو سیاہ
سودا نہیں، جنوں نہیں، وحشت نہیں مجھے

اس شعر میں بھی کسی کی طرف ایک مخفی اشارہ ہے۔ جس کا نام پوشیدہ رکھ کے کناہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

مجازِ مرسل

میر کا یہ شعر پڑھیے۔

غصب آنکھیں، ستم ابرو، عجب منہ کی صفائی ہے
خدا نے اپنے ہاتھوں سے تری صورت بنائی ہے
دوسرے مصرے میں لفظ ”ہاتھوں“، اپنے اصلی یا حقيقی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ اس سے مراد ”خدا کی قدرت“ ہے۔

”جب کسی لفظ کو اس کے اصل معنی کے بجائے مجازی یا دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے تو، اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں۔“

حالی کا ایک شعر

ہنر کا جہاں گرم بازار ہے اب
جہاں عقل و دانش کا بیوپار ہے اب

اس شعر میں گرم بازار سے مراد ”ترقی“ ہے۔ شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ اب جو لوگ ہنرمند ہیں وہی ترقی کر رہے ہیں۔ شاعر نے براہ راست بات نہ کہہ کر شاعرانہ انداز سے شعر میں ایک معنوی خوبی پیدا کر دی ہے۔

علم بدل

کلام میں حُسن، اثر اور زور پیدا کرنے کے لیے اسے بہت سی خوبیوں کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ قواعد کی زبان میں انھیں ہم صنائع بداع کے نام سے جانتے ہیں۔ ’صنائع‘ صنعت کی جمع ہے۔ اس کا مطلب ہے ’کاری گری/ہنرمندی‘ اور ’بداع‘ بدلنے کی جمع ہے۔ اس کا مطلب ہے تازگی اور انوکھا پن۔

”بداع“ وہ علم ہے جس سے کلام کے معنوی یا ظاہری حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ ”بداع“ کو علم معنی بھی کہتے ہیں۔ اس علم کے تحت کلام میں استعمال ہونے والی مختلف صنعتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

’صنائع بداع‘ کو شاعری کا زیور کہا گیا ہے۔ ان سے شعر کو لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے سجا یا جاتا ہے۔

شعر میں صنعتوں کا استعمال بذاتِ خود شاعری کا مقصد نہیں اور نہ ہی کسی صنعت کا استعمال شاعری کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ لیکن ان سے شعر کے حسن اور تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ شعر میں لفظی اور معنوی دو طرح کی خوبیاں (صنائع لفظی و معنوی) ہوتی ہیں۔

صنائع لفظی سے مراد وہ خوبیاں ہیں جو الفاظ کو خصوصی رعایت اور ہنرمندی کے ساتھ استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ لفظی خوبیاں (صنائع لفظی) ذہن کو کلام کی فکری و معنوی خوبیوں کی طرف لے جائیں تو انھیں ”صنائع معنوی“ کہتے ہیں۔

تجنیس

یہ شعر غور سے پڑھیے:

گلے سے ملتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے
وگرنہ یاد تھیں ہم کو شکایتیں کیا کیا
اس شعر میں لفظ گلے اور گلے املا کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں مگر تلفظ اور معنی کے اعتبار سے مختلف۔ تجنیس کے لغوی معنی ہیں ایک جیسا / یکساں۔

”کلام میں دو یادو سے زیادہ ایسے الفاظ جو تلفظ یا املا کے لحاظ سے تو ایک جیسے ہوں، مگر معنی کے اعتبار سے مختلف ہو تو شعر کی یہ خوبی، حسن صنعت تجنیس کہلاتی ہے۔“

ذیل میں صنعت تجنیس کی کچھ اور مثالیں پڑھیے:

دل میں پیدا ہمت پروانہ کر	ورنہ مرغ شوق کے پروانہ کر
آدمی کہتے ہیں جس کو ایک پتال کل کا ہے	پھر کہاں کل اس کو گر کل ہو ذرا بگڑی ہوئی

لف و نشر

غالب کا یہ شعر پڑھیے:

نہ ہمت نہ دل ہے نہ قسمت نہ آنکھیں نہ ڈھونڈا، نہ سمجھا، نہ پایا، نہ دیکھا
بہاں پہلے مصرعے میں ’ہمت‘، ’دل‘، ’قسمت‘ اور ’آنکھیں‘ الفاظ ایک ساتھ استعمال کیے گئے ہیں۔ پھر ان کی مناسبت سے دوسرے مصرعے میں وضاحت کی گئی ہے۔ ہمت کے لیے ڈھونڈا، دل کے لیے سمجھا، قسمت کے تعلق سے پایا اور آنکھیں کے واسطے دیکھا، الفاظ لائے گئے ہیں۔ شعر میں اس سے معنوی خوبی پیدا ہو گئی ہے۔

”شعر میں پہلے چند چیزوں کو ایک ترتیب سے بیان کرنا پھر ان کی مناسبت سے وضاحت کرنا، لف و نشر

کھلاتا ہے۔“

لف کے معنی ہیں لپیٹنا اور نشر کے معنی ہیں پھیلانا۔ جیسا کہ پہلے مصرعے میں چند چیزوں کو ایک ترتیب سے بیان کیا گیا۔ یہ ’لف‘ ہے۔ پھر ان کی مناسبت سے دوسرے مصرعے میں بات کو پھیلا یا گیا یہ ’نشر‘ ہے۔ لف و نشر کی دو قسمیں ہیں۔ مرتب اور غیر مرتب۔ ’لف و نشر مرتب‘ سے مراد یہ ہے کہ پہلے مصرعے میں الفاظ کی جو ترتیب ہو، اسی نسبت سے دوسرے مصرعے میں وضاحت کی جائے جیسا کہ اوپر کے شعر میں آپ نے دیکھا۔ لف و نشر غیر مرتب سے مراد یہ ہے کہ پہلے مصرعے کی ترتیب کے مطابق دوسرے مصرعے میں وضاحت اسی ترتیب سے نہ ہو۔

میر انیس کا یہ شعر دیکھیے۔

چُپتی تھیں، بھاگی جاتی تھیں، گرتے تھے خاک پر قبضوں سے تیغ، جسم سے رو جیں، تنوں سے سر
چُپتی تھیں ”جسم سے رو جیں“ کے لیے ہے ”بھاگی جاتی تھیں“ تیغ کے لیے اور گرتے تھے خاک پر سے
مراد تنوں سے سر کا جدا ہو کر گرنا ہے۔ جو ترتیب پہلے مصرعے میں ہے اس کی وضاحت دوسرے مصرعے میں بدل
گئی۔ اس ترتیب کا بدلتا لف و نشر غیر مرتب کھلاتا ہے۔

ایک اور شعر دیکھیے:

کبھی جو زلف اٹھادے تو منہ نظر آئے اسی امید پہ گزری ہے صبح و شام ہمیں
پہلے مصرعے میں زلف اور پھر منہ کا ذکر ہے۔ دوسرے مصرعے میں صبح کا لفظ منہ کے لیے اور شام کا لفظ زلف
کے لیے لائے ہیں یہاں بھی ترتیب بدل گئی۔

مراعاۃ النظیر

یہ شعر پڑھیے:

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

پہلے مصرع میں 'پتہ'، پھر 'بوٹا'، دوسرے مصرع میں 'گل'، اور 'باغ'، میں باہمی مناسبت ہے۔

"کلام میں پہلے ایک ایسا لفظ لانا جس کی مناسبت یا تعلق سے دوسرے لفاظ کسی ایک مصرع یا شعر میں

جمع ہو جائیں، اسے مراۃ النظیر کہتے ہیں۔"

رعایتِ لفظی: اس شعر پر غور کیجیے:

پانی تھا آگ گرمی روز حساب تھی
ماہی جو سخن موج تک آئی کباب تھی

اس شعر میں 'پانی' اور 'آگ'، میں تضاد ہے اور تضاد بھی تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے مصرع میں 'پانی' کی مناسبت سے ماہی (محصلی) اور 'آگ' کی مناسبت سے گرمی اور سخن کے تعلق سے کباب کا ذکر ہوا ہے۔

"شعر میں ایسی چیزیں جمع کرنا جن میں کوئی نہ کوئی تعلق ہو، خواہ آپس میں ضد ہو، اسے رعایت

لفظی کہتے ہیں۔"

بظاہر مراعاۃ النظیر اور رعایتِ لفظی اپنی لفظی خصوصیات کی بنا پر ایک ہی صنعت نظر آتی ہیں۔ لیکن مراۃ النظیر میں تضاد یا متضاد لفاظ کا استعمال نہیں ہوتا۔

کام میں باہمی مناسبت کے ساتھ لفظوں کا استعمال صنعت مراعاتہ التغیر کھلاتا ہے۔

اب کچھ اور مثالوں کے ساتھ اس صنعت کا لطف لیجئے:

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر کبھی غنچہ و گل و خار پر
میں چن میں چا ہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصل بہار پر

صراغی ہے نہ صہبا ہے نہ کوئی جام ہے ساقی
ترے رندوں کی محفل میں خدا کا نام ہے ساقی

تضاد

میر کی غزل کا یہ مشہور شعر پڑھیے:

یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سواتنا ہے
رات کو رو رو صحیح کیا اور دن کو جوں توں شام کیا

اس شعر میں ان لفظوں پر غور کیجئے:

سپید سیہ	صح شام	رات دن
----------	--------	--------

شاعر نے ایسے الفاظ سے شعر کو سجا یا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

”کلام میں ایسے الفاظ کا لانا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں، تضاد کھلاتا ہے۔“

ذیل کے اشعار میں بھی تضاد کا مزہ پیجیے:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

درد منست کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، بُرا نہ ہوا

تلمیح

(Allusion)

آپ کو افسر میر بھی کی نظم کا یہ مصروع خوب یاد ہوگا
ع خضر کا کام کروں راہ نما بن جاؤں
یا پھر غالب کی غزل کا یہ شعر بھی آپ کے ذہن میں ہوگا
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
ان دونوں مثالوں میں لفظ 'حضر' اور 'نمرود' آئے ہیں۔ حضرت خضر کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ
بھوئے بھکلوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔
'نمرود' ایک بادشاہ کا نام ہے جس نے اپنے دور میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ جب تک ان کے بارے میں

نہ معلوم ہو شعر کا مفہوم واضح نہیں ہو سکتا۔

”کلام میں جب کسی مشہور واقعہ، شخص، مقام یا روایت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تو اسے ”تلمیح“ کہتے ہیں۔“

تلمیح کے استعمال سے شعر میں ایک بڑا مضمون مختصر لفظوں میں بیان ہو جاتا ہے۔

”تلمیح“ کی کچھ اور مثالیں درج ذیل ہیں:

میرے دکھ کی دوا کرے کوئی	اہن مریم ہوا کرے کوئی
جامِ جم سے یہ مرا جامِ سفال اپھتا ہے	اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی	لازم نہیں کہ سب کو ملے ایک سا جواب
میٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے	نہ گورِ سکندر نہ ہے قبردارا

حسنِ تعلیل

غالب کا یہ شعر پڑھیے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پہاں ہو گئیں
 غالباً نے اس شعر میں مختلف قسم کے پھولوں کے کھلنے کا سبب یہ بتایا ہے کہ زمین کے اندر جو حسین
 چہرے اور ہستیاں دفن ہیں گویا انھیں کا عکس لالہ و گل میں نمایاں ہو گیا ہے۔

لالہ و گل یعنی پھولوں کا کھلانا فطری عمل ہے مگر شاعر نے اس کا کچھ اور سبب بتایا ہے۔

”شعر میں کسی بات کا وہ سبب بیان کرنا جو حقیقت میں اس کا سبب نہ ہو، ”حسنِ تعلیل“ کہلاتا ہے۔“

صنعتِ حسن تعلیل کی کچھ اور مثالیں دیکھیے:

قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو	نیپر زمیں سے آتا ہے جو گل سوزر بکف ہو دل فریب ایسا کھسار کا نظارہ
---	--

ایہام

اس شعر کو غور سے پڑھیے:

میکش کو ہوس ایاغ کی ہے پروانے کو لو چراغ کی ہے
اس شعر میں لفظ 'لو'، پر غور کیجیے۔ اس کے ایک معنی ہیں "شعلہ" اور دوسرے معنی ہیں 'شوق/آرزو'، لیکن
شاعر نے یہاں 'لو' کو دوسرے معنی 'شوق/آرزو' میں استعمال کیا ہے۔

"کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال جس کے دو معنی ہوں ایک قریب کے اور دوسرے دور کے اور شاعر کی

مراد دور کے معنی سے ہو تو لفظ کا یہ استعمال، "ایہام" کہلاتا ہے۔"

ایہام کے لغوی معنی ہیں 'وہم' میں ڈالنا، شاعر اپنے کلام میں ایک ایسے لفظ سے وہم میں ڈالتا ہے جس کے دو معنی ہوتے ہیں۔ پڑھنے والا بظاہر قریب کے معنی سمجھتا ہے مگر شاعر دور کے معنی مراد لے کر اپنا مدعا بیان کرتا ہے۔

اب کچھ اور مثالیں دیکھیے:

دیکھ تجھ کو کہیں گے سب مورکھ گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی	کیوں منڈاتا ہے زلف کو پیارے نظر آتا نہیں وہ ماہ رُو کیوں
--	---

مبالغہ

ان اشعار کو پڑھیے اور غور کیجیے:

وعدہ شام پکی ہم نے عبث جاگ کے صح
وہ اُسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا
تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھُن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر
ان اشعار میں بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔
 ☆ پہلے شعر میں رات بھر جاگ کر صح کرنا۔
 ☆ دوسرے شعر میں ہزار برس جینے کی دعا دینا۔
 ☆ تیسرا شعر میں گرمی کی شدت کا یہ حال کہ جو دانہ زمین پر گر جائے فوراً بھُن جائے۔
 ”کلام میں کسی حالت، بات یا کیفیت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا، مبالغہ کہلاتا ہے۔“

مبالغہ کی تین شکلیں ہیں:

پہلے شعر میں رات بھر جاگ کر صح کر دینا عقل اور عادت دونوں اعتبار سے ممکن ہے۔
 ”مبالغہ کی یہ شکل کہ جب کوئی بات عقلی اور عملی دونوں طرح ممکن ہو، ”تبليغ“ کہلاتی ہے۔“
 دوسرے شعر میں ہزار برس جینے کی دعا عقلی طور پر تو ممکن ہو سکتی ہے مگر عملی طور پر نہیں۔
 ”مبالغہ کی یہ صورت جب کوئی بات عقلی طور پر تو ممکن ہو لیکن عملی طور پر ممکن نہ ہو، اسے اغراق کہتے ہیں۔“
 تیسرا شعر میں گرمی کی شدت کا یہ بیان کہ دانہ زمین پر گرتے ہی بھُن جائے یہ بات نہ عقلی طور پر صحیح ہے
 نہ عملی طور پر ممکن ہے۔

”مبالغے کی یہ انتہائی مشکل کہ جب کوئی بات عقلی اور عملی کسی طور پر بھی ممکن نہ ہو، ”غلو“ کہلاتی ہے۔“

ذیل کی مثالوں میں مبالغے اور اس کی مختلف شکلوں کو پہچانیے:
”جمع میں تلِ رکھنے کی جگہ نہ تھی۔“

”جناب آپ کے تو بڑے ٹھانٹھ ہیں، روز صحیح کا ناشتہ دہلی میں تو کھانا لندن میں کھاتے ہیں۔“
ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پر روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و ریضا
پانی تھا آگ گرمی روز حساب تھی ماہی جو سیخ ہو ج تک آئی کتاب تھی

حصہ (ج)

نشری اصناف

داستان

اردو کے افسانوی ادب (Fiction) کی تاریخ میں جن اصناف کی خاص اہمیت ہے، ان میں ناول اور افسانے کے علاوہ داستان بھی شامل ہے۔ افسانوی ادب کی ان اصناف میں داستان سب سے قدیم ہے۔ بنیادی طور پر داستان کافن یا بیانیہ کافن ہے۔ جس کا زیادہ تعلق سننے سنانے سے ہے۔ اردو میں داستان گوئی کی روایت کسی نہ کسی طور پر آج بھی قائم ہے۔

داستان کے بارے میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ داستان کسی ایک واقعہ پر مبنی نہیں ہوتی، ایک قصہ کے بعد ہی دوسرا قصہ شروع ہو جاتا ہے اور ہر قصہ ایک خاص انجام کو پہنچتا ہے۔ قصہ در قصہ کی یہ کیفیت داستان کو ایک سلسلے والی کے طور پر قائم رکھتی ہے۔ اسی پناپر داستان طویل ہوتی چلی جاتی ہے۔

داستان میں ایک مرکزی کردار ہوتا ہے۔ کسی بڑی مہم کو سر کرنے کے لیے وہ کئی طرح کے خطرناک مرحلوں سے گزرتا ہے۔ جب وہ مہم سر ہو جاتی ہے تو ایک خاص منزل پر داستان اپنے انجام تک پہنچتی ہے۔ عام طور پر داستانوں کا انجام خوش گوار ہوتا ہے۔

داستان میں دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سُننے یا پڑھنے والے کے تحریر اور تجسس کو قائم رکھے۔ مافوق الغطرت عناصر اور کردار بھی تحریر کی فضائی کو قائم رکھنے میں معاون ہوتے ہیں۔ داستان کو ایک کے بعد ایک کئی منتهاوں (Climaxes) سے اسی لیے گزارا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے موثر زبان استعمال کی جاتی ہے کہ داستان کی طوالت اکتاہٹ کا سبب نہ بن جائے۔

ناول

ناول ایک نثری بیانیہ ہے۔ جس کی طوالت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ مغرب ہی میں نہیں اردو میں بھی دوہزار سے زیادہ صفحات پر پھیلے ہوئے ناول کی مثال ملتی ہے۔ بعض حضرات مختصر ناول کو ناول بھی کہتے ہیں۔

ناول زندگی کی طرح وسیع ہوتا ہے۔ اس کے لیے کسی خاص موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ زندگی کے ہر رنگ اور ہر تجربے کو موضوع بنایا جاسکتا ہے۔ اسی لیے ناول کے فن کو چک دار بھی کہا گیا ہے۔ چک کی اسی بنیاد پر ہر ناول کی تکنیک بھی ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔ نقطہ نظر میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اگرچہ ناول کی کسی ایک تعریف کو حتیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا پھر بھی بعض ایسی خصوصیات ہیں جن کی کم یا زیادہ پابندی اکثر ناول نگاروں نے کی ہے۔

- ناول میں ایک خاص فتنی تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اُس کے مختلف جزوں میں بکھرا اور پیدا نہ ہو سکے۔

- ناول میں پلاٹ ہی اُسے ایک خاص تنظیم مہیا کرتا ہے جس میں ہر واقعہ دوسرے واقعے کے ساتھ مر بوط ہوتا ہے۔ ایسے ناول بھی لکھنے گئے ہیں جنہیں پلاٹ سے عاری کہا جاتا ہے یا جوڑھیلے پلاٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔

- ناول ایک جدید فن ہے جسے جدید عہد کا رزمیہ بھی کہا گیا ہے۔ ناول کے کردار حقیقت سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ بعض کردار موضوع کے تقاضے کے مطابق ٹائپ یا جامد بھی کہے جاسکتے ہیں۔ کردار اس وقت ایک فرد کی شکل لے لیتا ہے جب وہ اپنی انفرادیت کا احساس دلاتا ہے۔ ایک زندہ کردار میں وقت، حالات یا کسی نفیسیاتی جبر کے تحت تبدیلیاں بھی واقع ہوتی ہیں۔ زندہ کردار ہی کسی کامیاب ناول کے ضامن ہوتے ہیں۔

- ناول میں جزئیات نگاری کا بھی خاص درجہ ہے، جسے صورتِ حال اور موضوع کے مطابق ہونا چاہیے۔ ناول نگار، موقع کی مناسبت سے ایک ایک جزو کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ اس قسم کی تفصیلات کردار اور صورتِ حال کو معنی خیز بنانے میں معاون ہوتی ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جو نیاتی تفصیل صورتِ حال اور موضوع کے مطابق

ہوئی چاہیے۔

- ناول میں زبان و بیان یا اسلوب کی بھی خاص اہمیت ہے جس سے سلیقہ اظہار کا پتہ چلتا ہے۔
ناول کی زبان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تخلیق ہونے کے باوجود اپنے عہد کی زبان سے مطابقت رکھتی ہو۔
- ہر ناول کا ایک نقطہ نظر ہوتا ہے، جو اس کے موضوع اور مقصد کی ترجیحاتی کرتا ہے۔

”ناول، نثری بیانیہ کافن ہے۔ جس کی تشكیل میں پلاٹ، کردار، طرز ادا اور نقطہ نظر کا خاص روپ ہوتا ہے۔“

افسانہ

اردو میں افسانے کو مختصر افسانہ یا کہانی بھی کہا جاتا ہے۔ اردو انسانوی ادب کی تاریخ میں داستان کے بعد ناول، پھر افسانے کی منزل آتی ہے۔ افسانہ ایک مقبول ترین صنف ہے جسے ایک نشست میں پڑھا جاسکتا ہے۔ ناول اگر زندگی کے ایک دور کا احاطہ کرتا ہے تو افسانہ زندگی کے کسی ایک پہلو یا ایک انسانی تجربے پر مبنی بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کسی ایک واقعے یا اس واقعے کے تاثر کی بنیاد پر افسانے کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ افسانہ کے فن میں پلاٹ، کردار، تکنیک اور زبان و اسلوب کی خاص اہمیت ہے۔ پلاٹ، واقعے کی ایسی ترتیب ہے جس میں افسانے کے تمام اجزاء ہم مربوط ہوتے ہیں۔ اردو میں بغیر پلاٹ کے افسانے بھی لکھے گئے ہیں۔

افسانے میں اختصار کی خاص اہمیت ہے، اس لیے اکثر افسانے کسی ایک کردار پر مرکوز ہوتے ہیں۔ کرداروں کی بہتات افسانے کو بوجھل اور غیر دلچسپ بنادیتی ہے، اس لیے افسانے میں کردار بھی کم ہوتے ہیں یا صرف ایک ہی کردار ہوتا ہے۔

چوں کہ افسانہ ایک بیانیہ صنف بھی ہے، اس لیے افسانے میں تکنیک کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

افسانہ نگار جب خود کہانی بیان کرتا ہے تو اس میں آپ بیتی کا رنگ آ جاتا ہے۔ ایسے افسانوں میں خود کلامی کا عصر بھی حاوی ہوتا ہے۔ تکنیک میں افسانے کی ابتداء اور انتہا بھی خاص معنویت رکھتی ہے۔ افسانے کا آغاز ایسا ہونا چاہیے کہ وہ قاری کو فوراً اپنی گرفت میں لے لے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے کہ افسانے کا تعلق کس زمان اور مکان (Time and Place) سے ہے۔ کوئی بھی افسانہ وقت اور مقام کی قید سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ زبان کے سلسلے میں بھی ہر افسانے کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ افسانے کی زبان تخلیقی ہونی چاہیے۔ استعاراتی اور علماتی زبان کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے کہ افسانے کا مقصد فوت نہ ہونے پائے اور افسانہ معماً نہ بننے پائے۔

”افسانہ ایک ایسی نثری صنف ہے۔ جس میں کسی ایک واقعے یا زندگی کے کسی ایک پہلو کو کم سے کم لفظوں

میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ بیان کا ایسا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے کہ دلچسپی قائم رہے اور افسانہ کا مقصد بھی واضح ہو جائے،

اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تاثر کی وحدت ہر حال میں برقرار رہے۔“

ڈراما

ڈراما بنیادی طور پر سٹیج کا فن ہے۔ ڈراما لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اسے کر کے دکھایا جائے۔

ڈرامے کی روایت قدیم ہے۔ یہ ایک مقبول صنف ہے۔ داستان، ناول اور افسانہ کی زیادہ تر خوبیاں جیسے کردار نگاری، قصہ گوئی، مکالمہ نگاری، ڈرامے میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر ڈراما ان سب سے الگ پہچان بھی رکھتا ہے۔ ڈراما میں ہم جیتے جا گئے کرداروں کو عمل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ڈراما نگار انھیں جس طرح پیش کرتا ہے، ہم انھیں اسی طرح قبول کرتے ہیں۔ یعنی ناظرین سے اس کا سیدھا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

”ڈرامہ وہ فن ہے جس میں ایک پلاٹ اور قصہ ہوتا ہے جو کرداروں، مکالموں اور ادراکاری کے ذریعہ

ناظرین کے رو برو عملی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔“

اسٹچ ڈراموں نے اب کافی ترقی کر لی ہے۔ یعنی اسٹچ ڈرامے کے علاوہ نکٹر ناٹک، ریڈیو ڈراما اور ٹیلی ویژن ڈرامے کی بھی ایک متمکم روایت بن چکی ہے۔

نکٹر ناٹک: یہ اپنے نام کی مناسبت سے کسی چورا ہے، بازار یا کسی بھی کھلی ہوئی گلہ پر کھیلا جاتا ہے۔ ڈراما گروپ کے ذریعے پہلے گانا گا کر، ڈھول بجا کر یا اعلان کر کے بھیڑ جمع کی جاتی ہے۔ جب ناظرین جمع ہو جاتے ہیں تو پھر بھیڑ سے نکل کر کردار ڈراما پیش کرنے لگتے ہیں۔

ریڈیو ڈراما: ریڈیو ڈراما کا ناظرین کے بد لے سامعین سے رشتہ ہوتا ہے۔ یعنی کرداروں کی بات چیت صوتی تاثر سے اور موسیقی کے وسیلے سے جو ڈراما ہم تک پہنچتا ہے اُسے ریڈیو ڈراما کہتے ہیں۔

ٹیلی ڈراما: ٹیلی ویژن ڈراما، متحرک تصویریوں کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ اردو کے اولین ڈرامے خورشید اور واحد علی شاہ کے رہس ہیں۔ امانت کی اندرسجھا، بھی اسی زمانے میں لکھی گئی جو بے حد مقبول ہوئی۔ بعد میں پارسی تھیٹر کی وجہ سے اردو ڈرامے کو بہت فروغ ہوا۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے نصف اول میں احسن لکھنوی، پنڈت نرائن پرشاد یتیاب، طالب بنارسی، آغا حشر کاشمیری کے ڈرامے بہت مشہور ہوئے۔ ایتاز علی تاج کا ڈراما انارکلی پہلا معروف ادبی ڈراما ہے۔ بیسویں صدی میں پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر عبدالحسین اور فضل الرحمن کے ڈراموں نے غیر معمولی شہرت پائی۔ موجودہ دور میں حبیب تنویر، ابراہیم یوسف، ڈاکٹر محمد حسن اور ریوتی سرن شرما کے نام بہت معروف ہیں۔

مضمون

مضمون ایک غیر انسانوی تحری صنف ہے۔ اس صنف میں کسی موضوع پر مربوط انداز میں اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ مضامون نگار کسی بھی موضوع پر مضامون لکھ سکتا ہے۔ مضامون میں خیالات کا تسلسل ضروری ہے۔ موضوع کے اعتبار سے مضامون کی مختلف اقسام ہیں۔ جیسے: علمی، ادبی، سیاسی، سماجی، مذہبی اور معلوماتی مضامین وغیرہ۔

اردو میں مضامون نگاری کا آغاز انیسویں صدی کے وسط سے ہوا۔ سرسید اور ان کے معاصرین نے سماجی اصلاح کے ایک وسیلے کے طور پر مضامون لکھے۔ اس عہد میں عوام میں ذہنی بیداری پیدا کرنے کے لیے مضامین لکھے گئے۔ مولانا الطاف حسین حمالی، شبلی نعمانی، محمد حسین آزاد، ذکاء اللہ اور امیر ناصر علی نے معاشرت، تہذیب، مذہب، ادب اور دیگر موضوعات پر مضامین لکھے۔ عبدالحليم ثرث نے تاریخی موضوعات پر مضامین لکھے۔ مولوی عبدالحق، مولانا ابوالکلام آزاد، وحید الدین سلیم اور سید سلیمان ندوی وغیرہ نے علمی و ادبی مضامین کے ساتھ تحقیقی، تقدیمی اور لسانی موضوعات پر بھی مضامین لکھے۔ مہدی افادی، سجاد النصاری، نیاز فتحپوری، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، منشی پریم چند، سجاد حیدر یلدزم، سلطان حیدر جوش، مجنوں گورکھپوری کے مضامین بھی بہت معروف ہیں اور وسیع حلقوں میں پسند کیے جاتے ہیں۔

مضامون نگاری کی صنف مقبول عام صنف ہے۔ اس میں کسی بھی موضوع پر اظہارِ خیال کی پوری آزادی حاصل ہے۔ اسی لیے مضامون نگاری کا فن مستقل ترقی کر رہا ہے اور آج بھی مختلف موضوعات پر عمدہ مضامین لکھے جا رہے ہیں۔

”مضمون نثر کی وہ صنف ہے جس میں کسی موضوع پر سلسل کے ساتھ اس طرح اظہارِ خیال کیا جاتا ہے“

کہ یہ ایک مر بوط تحریر بن جاتی ہے۔“

انشائیہ

انشائیہ نثری ادب کی ایک اہم صنف ہے۔ یہ انگریزی کے Personal Essay یا Light Essay کی اردو شکل ہے۔ انشائیہ علمی یا معمولی مضمون سے مختلف ہوتا ہے۔ اس کا مقصد اطلاعات فراہم کرنا نہیں ہوتا اور نہ ہی مضمون کی طرح اس میں کسی خاص ترتیب کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ اس کا مقصد مسّرت اور لطف فراہم کرنا ہوتا ہے۔ انشائیہ میں مضمون کے برعکس جذبات اور تخيّل کا سہارا لیا جاتا ہے اور زندگی کے گھرے تجربات کو ہلکے ہلکے شکفتہ، دلکش اور تخلیقی انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ انشائیہ میں کی ایک مونج یا ایک جذباتی ترنس ہے۔

”انشائیہ نثر کی وہ صنف ہے جس میں صاحب طرز ادیب کسی بھی خیال کو بے تکلفی کے ساتھ بغیر کسی منطقی ترتیب کے دلکش اور خوبصورت بنایا کر پیش کرتا ہے۔“

سر سید احمد خال، محمد حسین آزاد، خواجہ حسن نظامی، وزیر آغا وغیرہ اردو کے اہم انشائیہ نگار ہیں۔ اردو کے معروف مزاح نگاروں میں فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، شوکت تھانوی، لپرس بخاری، ملا راموزی، شفیق الرحمن، مشتاق احمد یوسفی اور یوسف ناظم وغیرہ کے انشائیے بھی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔

سوانح

سوانح میں عام طور پر کسی مشہور اور ممتاز ہستی کے حالاتِ زندگی اور اس کے کارناموں کی رواداد بیان کی جاتی ہے۔ مواد کے اعتبار سے یہ تاریخ سے زیادہ قریب ہے کیوں کہ اس میں اُس شخص کی پیدائش سے وفات تک، زندگی کے بیشتر واقعات ایک خاص ترتیب سے سامنے آتے ہیں۔ سوانح میں کسی شخص کی زندگی کے ساتھ ساتھ اس دور کی تاریخی سیاسی، معاشرتی صورت حال کا بیان بھی ہو سکتا ہے۔

اردو کے مختلف تذکروں میں بعض شعرا کے حالاتِ زندگی کا ذکر ہو جاتا تھا لیکن سوانح نگاری کو ایک صنف کی ادبی حیثیت حالی اور شبیل نے عطا کی۔ حالی نے 'حیاتِ سعدی'، 'یادگارِ غالب'، اور حیاتِ جاوید جیسی سوانح عمریاں لکھیں۔ شبیل نعمانی نے مذہبی و تاریخی شخصیات کو سوانح عمریوں کا موضوع بنایا۔ اس سلسلے میں ان کی مشہور سوانح 'المامون'، 'الفاروق'، 'سیرۃ الْعَمَان'، 'الغزالی' اور 'سیرۃ الْقَمَی' ہے۔ 'سیرۃ الْقَمَی' کی تکمیل شبیل کے انتقال کے بعد سید سلیمان ندوی نے کی۔

مشی ذکاء اللہ، عبدالرزاق کانپوری، عبدالحیم شرر، مولانا اسلم جیراج پوری، سید سلیمان ندوی، رئیس احمد جعفری، شیخ محمد اکرم، عبدالسلام ندوی، غلام رسول مہر، سر رضا علی، اور قاضی عبد الغفار نے مذہبی، علمی، ادبی اور سیاسی شخصیات کی سوانح عمریاں لکھیں۔

بعض شخصیات نے اپنے حالاتِ زندگی خود تحریر کیے ہیں۔ ایسی سوانح نگاری کو آپ بیتی یا خود نوشت کہتے ہیں۔ اردو میں متعدد قلم کاروں اور سیاسی شخصیتوں نے آپ بیتیاں لکھیں ہیں ان میں مولانا محمد جعفر تھانیسری کی آپ بیتی 'کالاپانی' اور مولانا ابوالکلام آزاد کا 'تذکرہ' اور جوش ملح آبادی کی 'یادوں کی برات'، اردو کی معروف خود نوشت سوانح عمریاں ہیں۔

خاکہ

خاکہ نگاری ایسی نثری صنف ہے جس میں کسی شخصیت کے نقوش اس طرح ابھارے جاتے ہیں کہ اس کی خوبیاں اور خامیاں اُجاگر ہو جاتی ہیں اور قاری کے سامنے ایک جیتنی جاگتی تصویر آ جاتی ہے۔ سوانح کے مقابلے میں خاکے میں کسی شخصیت کے حالاتِ زندگی کا بیان بالترتیب نہیں ہوتا بلکہ صرف وہ نقوش ہوتے ہیں جن سے اس کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔ ایک اچھے خاکے میں جس شخص کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے اُس کی کمزوروں یا خامیوں کا بیان اس طرح نہیں ہوتا کہ اُس شخصیت کی منفی تصویر سامنے آئے۔

ایک اچھا خاکہ نگار شخصیت سے مرعوب ہوئے بغیر اس کی خوبیاں اور خامیاں دلچسپ اور شگفتہ انداز میں بیان کرتا ہے۔

اردو میں خاکہ نگاری کا باقاعدہ آغاز تو بیسویں صدی میں ہوا لیکن اُس سے پیشتر شعرا کے تذکروں میں بعض شعرا کی شخصیتوں کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ خاص طور پر محمد حسین آزاد کی کتاب ”آبِ حیات“ میں شعرا کی شخصیت کے جو نقوش ابھارے گئے ہیں وہ خاکہ نگاری سے بہت قریب ہیں۔

مرزا فرحت اللہ بیگ نے اپنے استاد کا خاکہ ”نذرِ احمد کی کہانی پکھ ان کی اور پکھ میری زبانی“ کے عنوان سے لکھا جو خاکہ نگاری کا شاہکار ہے۔ مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، شوکت تھانوی، آغا حیدر حسن، شاہد احمد دہلوی، تخلص بھوپالی، اشرف صبوحی، احمد بشیر، محمد طفیل، یوسف ناظم اور محیتی حسین نے بڑی تعداد میں خاکے لکھے ہیں۔

رپورتاژ

رپورتاژ نشر کی ایک جدید صنف ہے۔ رپورتاژ فرانسیسی زبان کا لفظ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ کسی حقیقی واقعے کی خبر یا رپورٹ اس طرح تیار کی جائے کہ اس میں افسانے کا انداز پیدا ہو جائے۔ اس لیے اسے صحافت اور افسانے کی درمیانی کڑی کہا گیا ہے۔ یعنی چشم دید واقعات اتنے دلچسپ انداز میں بیان کیے جائیں کہ سچا واقعہ کہانی سا لگے۔

ترقی پسند تحریک کے زیر اثر اس صنف کا فروغ ہوا۔ انہم تو ترقی پسند مصنفوں کے جلسوں کی رووداد حمید اختر نے انسانوی اور محاکاتی انداز میں تحریر کیں جو اخبار ہفت روزہ ”نظام“ میں شائع ہوئی۔ بظاہر یہ ان جلسوں کی رپورٹ میں تھیں لیکن ان رپورٹوں میں قلم کار کے ذاتی تاثرات اور رنگ آمیزی نے انھیں ایک دلچسپ رووداد بنادیا۔ رپورتاژ نگار واقعات کو اتنے دلچسپ پیرائے میں پیش کرتا ہے کہ رپورتاژ انسائیہ اور خاکے کی حدود کو چھوپلتا ہے۔ سجاد ظہیر نے ”یادیں“ کے عنوان سے رپورتاژ لکھا۔ کرشن چندر، عادل رشید، عصمت چغتائی، خواجہ احمد عباس، شاہد احمد دہلوی، فکرتو نسوی، ابراہیم جلیس، ممتاز مفتی، ظفر انصاری، قدرت اللہ شہاب، خدیجہ مستور جمنا داس اختر، صفیہ اختر اور قرۃ العین حیدر نے بھی رپورتاژ لکھ کر اس صنف کو استحکام بخشنا۔

سفرنامہ

اردونشر میں سفرنامے نے بھی اب ایک باضابطہ صنف کی حیثیت اختیار کر لی ہے یہ ایک ایسی صنف ہے جس میں مصنف اپنے سفر کے احوال اور تجربات تخلیقی انداز میں بیان کرتا ہے۔

سفرنامہ لکھنے کے لیے کوئی خاص اصول یا ممکنیک متعین نہیں ہے۔ مگر اسلوب ایسا ہونا چاہیے کہ پڑھنے والے کی دلچسپی قائم رہے۔ سفر کے دوران جو تجربات، مشاہدات اور احساسات ہوتے ہیں، سفرنامہ لکھنے والا انھیں اپنی یادوواشت کے لیے ڈائری کی شکل میں نوٹ کرتا رہتا ہے اور سفر ختم ہونے کے بعد انھیں کی مدد سے اپنا سفرنامہ مرتب کرتا ہے۔ سفرنامے میں گاؤں شہروں ملکوں کی تاریخ، جغرافیہ، سیاسی، سماجی حالات، موسم اور مناظر وہاں کے باشندوں کے رہنمائی، کھانے، پینے کے طریقوں اور وہاں کی رسوموں اور روایتوں کا ذکر ہو سکتا ہے۔ سفرنامہ لکھنے والا اکثر ویژتر اپنے سفرنامے کو دلچسپ بنانے کے لیے رنگین بیانی، افسانہ طرازی، مبالغہ آرائی سے بھی کام لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سفرنامے کی اپنی مخصوص فضائی ہوتی ہے۔

اردو کا پہلا سفرنامہ 'عجائبات فرنگ' 19 ویں صدی میں لکھا گیا اس کے مصنف یوسف خاں کمبیل پوش تھے۔ سر سید احمد خاں، شبلی نعمانی، خواجہ حسن نظامی، عبدالماجد دریا آبادی، قاضی عبدالغفار، احتشام حسین، قرۃ العین حیدر، صالح عابد حسین، رام محل، ابن انشا، ممتاز مفتی، مستنصر حسین تارڑ، بیگم اختر ریاض نے دلچسپ اور معلومات افزائی سفرنامے لکھے ہیں۔

شعری اصناف

not to be republished © NEFERT

غزل

ان اشعار کو غور سے پڑھیے:

بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
طبعت اپنی گھبراتی ہے جب سنسان را توں میں
خود اپنا فیصلہ بھی عشق میں کافی نہیں ہوتا
جسے صورت بتاتے ہیں پتا دیتی ہے سیرت کا
تچھے گھاٹانہ ہونے دیں گے کاروبارِ الفت میں
فراق آکثر بدل کر بھیں ملتا ہے کوئی کافر
پھر مجھے دیدہ تریاد آیا
میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد

یہ اشعار غزل سے لیے گئے ہیں۔

”غزل اردو کی سب سے مقبول صنف ہے۔ جس کا ہر شعر ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایجاد و اختصار اس کی خوبی ہے۔ ردیف اور قافیہ کی پابندی کے ساتھ غزل کی خصوصیت ہوتی ہے۔“

غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔ جس کے دونوں مترے ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں۔ اگر مطلع کے بعد والے شعر کے دونوں مترے ہم قافیہ وہم ردیف ہوں تو اُسے حسن مطلع کہتے ہیں۔ ایک غزل میں ایک یادو سے زیادہ مطلع بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اشعار کی بھی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔ عام طور پر شاعر غزل کے آخری

شعر میں اپنا تخلص استعمال کرتا ہے، اسے 'مقطع' کہتے ہیں۔ غزل کا سب سے اپنَا شعر شاہِ بیت کہلاتا ہے، اسے بیت الغزل بھی کہتے ہیں۔

قصیدہ

ان اشعار کو پڑھیے:

سمتِ کاشی سے، چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
خبرِ اڑتی ہوئی آتی ہے مہابن میں ابھی
کہ چلنے آتے ہیں تیر تھو کو ہوا پر بادل
نہ گھلا، آٹھ پھر میں کبھی دو چار گھری
پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل
کبھی ڈوبی، کبھی اچھلی مہ نوکی کشتی
بحرا خضر میں تلاطم سے پڑی ہے ہل چل
یہ اشعار قصیدے سے لیے گئے ہیں۔ قصیدہ شاعری کی ایک اہم اور مشہور صنف ہے۔

"قصیدہ شاعری کی وہ صنف ہے۔ جس میں کسی کی تعریف یا مدت کی جاتی ہے۔ اس میں تخلیٰ کی بلندی اور

مبالغہ آمیزی ہوتی ہے۔ بلند آنگنگی اور پُرشکوہ الفاظ کا استعمال اس کی اہم خوبی ہے۔"

ہیئت کے اعتبار سے قصیدے کی دو فرمیں ہیں:

☆ خطابیہ: یہ قصیدہ براہ راست مدح یا مدت سے شروع ہوتا ہے۔

☆ تمہیدیہ: یہ قصیدہ براہ راست اصل موضوع سے شروع نہیں ہوتا بلکہ اس میں پہلے تمہید کے طور پر کچھ اشعار شامل کیے جاتے ہیں۔

موضوع کے اعتبار سے قصیدے کی دو فرمیں ہیں:

☆ مَدْحِيَة: جس میں کسی کی تعریف کی جائے۔

☆ بَجُوَيَّة: جس میں کسی کی نعمت کی جائے۔

قصیدے کے اجزاء ترکیبی درج ذیل ہیں:

(1) تشیب : شاعر تمہید کے طور پر جو اشعار کہتا ہے اسے تشیب کہتے ہیں۔

(2) گُریز : وہ شعر جو تمہید اور مدح میں تعلق پیدا کرنے کے لیے کہے جاتے ہیں، انھیں 'گُریز' کہتے ہیں۔

(3) مدح : مدح میں مددوح کی تعریف کی جاتی ہے اس تعریف میں اس کے جاہ و جلال،
عدل و انصاف، شجاعت و سخاوت اور علم و فضل وغیرہ کا بیان کیا جاتا ہے۔

(4) حُسن طلب: شاعر کبھی کبھی ایسے اشعار بھی کہتا ہے جن کا مقصد مددوح سے اعزاز و اکرام طلب کرنا
ہوتا ہے۔ قصیدے کے آخر میں شاعر مددوح کی سلامتی اور درازی عمر کے لیے دعا کرتا ہے۔

مرثیہ

اس بندکو پڑھیے:

چلائے بصد غم مرے بھائی مرے بھائی	کیا دل کا ہے عالم مرے بھائی مرے بھائی
کیوں چشم ہے پُر نم مرے بھائی مرے بھائی	اکھڑا ہے ترا دم مرے بھائی مرے بھائی
سینے میں اجل سانس ٹھہرنے نہیں دیتی	
پچکی تھیں اب بات بھی کرنے نہیں دیتی	

یہ بند ایک مرثیہ سے لیا گیا ہے۔ اس کا عنوان ہے "شہادت عباس"۔

مرثیہ لفظ ”رثا“ سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں رونا، آہ و بکا کرنا۔ مرثیہ اس نظم کو کہتے ہیں، جس میں کسی مرنے والے کے اوصاف بیان کیے جائیں اور اس کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا جائے۔ مرثیے کے لیے مسدس کی بیبیت مخصوص ہے۔ جس نظم میں واقعاتِ کربلا کا بیان ہوا سے مرثیہ کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو مرثیے لکھے گئے ان کو شخصی مرثیے کا نام دیا گیا ہے، مثلاً حالی کا ”مرثیہ غالب“، اقبال کا ”مرثیہ داغ۔“

مرثیے کے اجزاء ترکیبی درج ذیل ہیں:

- چہرہ : مرثیے کی تہیید ہے اس جز میں، حمد، نعت، منقبت کے علاوہ مناظرِ صبح و شام، موسم کی شدت، دنیا کی بے ثباتی وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔
 - سرپا : اس جز میں جس شخص پر مرثیہ لکھا جا رہا ہے اس کے حسن و جمال اور دیگر صفات کا ذکر کیا جاتا ہے۔
 - رخصت : اس جزو میں ہیر و اپنے عزیز و اقارب سے جنگ میں جانے کے لیے رخصت لیتا ہے۔
 - آمد : اس جزو میں ہیر و کے شان و شوکت کے ساتھ میدانِ جنگ میں آنے کا منظر پیش کیا جاتا ہے۔
 - رجز : اس جزو میں ہیر و اپنے خاندان کی تعریف و توصیف اور اپنی بہادری اور مہارت کا ذکر کرتا ہے۔
 - جنگ : اس جزو میں ہیر و مقابل فوج سے شجاعت اور ذلیری کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ ہیر و کے گھوڑے اور تلوار کی تعریف بھی کی جاتی ہے۔
 - شہادت : اس جزو میں میدانِ جنگ میں ہیر و دشمن سے لڑتے لڑتے شہید ہو جاتا ہے۔ شہادت کا بیان شاعر درد مندانہ اور موثر انداز میں کرتا ہے۔
 - بین : مرثیے کا یہ جزو سب سے اہم ہے جس میں ہیر و کی میت پر عزیز و اقارب خاص طور پر عورتیں شہید ہونے والے کی خوبیوں کو بیان کر کے گریہ و ماتم کرتی ہیں۔
- مرثیے کے لیے مذکورہ اجزاء متعین ہیں تاہم ایسے بھی مرثیے لکھے گئے ہیں، جن میں ان اجزاء کی پابندی نہیں کی گئی ہے۔

مثنوی

ان اشعار پر غور کچیے:

گل چیں کا جو اب پتا ملا ہے
یوں شاخ قلم سے گل کھلا ہے
وہ باد چن، چن خاماں
یعنی وہ بکاوی پریشان
گلشن سے جو خاک اڑاتی آئی
اس شہر میں آتی، آتی آئی
دیکھا تو خوشی کے چھپے تھے
گل چیں کے شگوفے کھل رہے تھے
گلبانگ زناں تھا جو جہاں تھا
ایک ایک ہزار داستان تھا
یہ اشعار مثنوی سے لیے گئے ہیں۔

”مثنوی لفظ ”شی“ سے بنा ہے۔ جس کے لغوی معنی دو کے ہوتے ہیں۔ مثنوی مسلسل اشعار کے اس

مجموعے کو کہتے ہیں جس میں شعر کے دونوں مصروع ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ہر شعر کا قافیہ بالعموم الگ ہوتا ہے۔

اس میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہوتی۔“

مثنویاں طویل اور مختصر دونوں قسم کی ہوتی ہیں۔ طویل مثنویوں میں عموماً آٹھ اجزاء ہوتے ہیں۔ حمد و مناجات، نعت، منقبت، حاکم وقت کی مرح، اپنی شاعری کی تعریف، مثنوی لکھنے کا سبب، قصہ یا واقعہ اور خاتمه۔ لیکن ہر مثنوی میں یہ تمام اجزاء لازمی حیثیت نہیں رکھتے۔ مثنوی میں ہر قسم کے مضامین کی گنجائش ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر عشقیہ کہانیاں، اخلاقی اور متصوفانہ یا کسی معاشرے کے احوال یا افراد کی تعریف و تتفییض، نصیحت و رہنمائی، جنگ اور ہم جوئی کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ میر حسن کی ”سحرالبیان“، دیاشکرستیم کی

”گلزار نسیم“، اور نواب مرزا کی ”زیر عشق“، اہم مثنویاں ہیں۔ حالی کی ”مناجاتِ بیوہ“، اور علی سردار جعفری کی ”مثنوی جمہور“، اور علامہ اقبال کی ”ساقی نامہ“ مثنوی کی ہدایت میں بعض معروف نظمیں بھی ملتی ہیں۔

رُباعی

ان اشعار کو پڑھیے:

یہ کیا کہ حیاتِ جاودائی کیا ہے
پہلے دیکھو جہانِ فانی کیا ہے
اس فکر میں ہو کہ موت کیا شے ہے رواں
یہ بھی سمجھے کہ زندگانی کیا ہے
یہ ایک رُباعی ہے۔

”رُباعی چار مصروعوں پر مشتمل ایک مختصر نظم ہوتی ہے۔ اس کا پہلا دوسرा اور چوتھا مصروفہ ہم قافیہ ہوتا ہے۔ تیسرا مصروفہ

بھی ہم قافیہ ہو سکتا ہے۔ یہ بھرہنگ میں کہی جاتی ہے اور اس کے لیے 24 اوزان مقرر کیے گئے ہیں۔“

رُباعی کا چوتھا مصروفہ بہت پُر زور ہوتا ہے اس میں مختلف قسم کے مضامین، جیسے فلسفہ، اخلاق، رندی، سرمسی، مذهب و تصوف، وعظ و پند، حسن و عشق کے علاوہ شاعر کے تجربات اور مشاہدات بیان کیے جاتے ہیں۔

قطعہ

یہ اشعار پڑھیے:

دھوپ اور مینہ

ہلکی ہلکی پھوار کے دوران میں
دفعتاً سورج جو بے پرده ہوا
میں نے یہ جانا کہ وحشت میں کوئی
روتے روتے کھل کھلا کر ہنس پڑا
یہ ایک قطعہ ہے۔

”قطعہ کے لغوی معنی کسی شے کے ٹکڑے یا حصے کے ہیں۔ قطعہ ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی مضمون

کا مسلسل بیان ہو۔ اس میں کم سے کم دو شعر ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ عام

طور پر اس میں مطلع نہیں ہوتا اور شعر کا دوسرا مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اس میں شاعر تسلسل کے ساتھ ایک ہی

کیفیت یا خیال بیان کرتا ہے۔“

کبھی کبھی شعرا اپنی غزلوں میں بھی ”قطعہ بنز“ اشعار شامل کر لیتے ہیں جن میں ایک ہی خیال کو دو یادو سے زیادہ شعروں میں نظم کیا جاتا ہے۔ مثلاً: میر کی غزل میں شامل ایک قطعہ حسب ذیل ہے۔

کل پاؤں ایک کاسٹہ سر پر جو آگیا	یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
میں بھی کبھو کسو کا سر پُر غرور تھا	کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر

نظم

نظم کے یہ اشعار پڑھیے:

سورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام
دنیا ہے عجب چیز کبھی صح، کبھی شام
مدت سے تم آوارہ ہو پہنانے فضا میں
برھتی ہی چلی جاتی ہے بے مہری لیام
نے ریت کے ذرؤں پہ چمکنے میں ہے راحت
نے مثل صبا طوفِ گل ولالہ میں آرام
پھر میرے تھلکی کدہ دل میں سما جاؤ
چھوڑو چمنستان و بیابان و دروبام
یہ اشعار اقبال کی نظم شعاعِ امید سے لیے گئے ہیں۔

”نظم شاعری کی اس صنف کو کہتے ہیں جس میں ایک ہی موضوع پر تسلسل کے ساتھ اظہار خیال کیا

جائے یا ایک ہی تجربے کا بیان ہو یا ایک ہی واقعہ نظم کیا جائے۔ نظم کی سب سے بڑی خوبی خیال کی وحدت ہے۔

عام طور پر ہر نظم کا کوئی عنوان ہوتا ہے۔“

ہیئت کے اعتبار سے نظم کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

- پابند نظم: ”وہ نظم ہے جس میں بحر کے استعمال اور قافیوں کی ترتیب میں مقررہ اصولوں کی پابندی کی گئی ہو۔“

- نظم معری: ”وہ نظم ہے جس کے تمام مصرع برابر کے ہوں مگر ان میں قافیے کی پابندی نہ ہو۔“
- آزاد نظم: ”ایسی نظم ہے جس میں قافیے و ردیف کی پابندی نہیں ہوتی اور اس کے ارکانِ بحر میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، اس کی وجہ سے اس کے مصرع چھوٹے بڑے ہو جاتے ہیں۔“
- نثری نظم: ”یہ نظم چھوٹی، بڑی سطروں پر مشتمل ہوتی ہے، اس میں نہ تو ردیف و قافیہ کی پابندی ہوتی ہے اور نہ وہ بحر وزن کی۔“

حصہ (د)

انشانگاری

درخواست نویسی

ذیل میں درخواست کا ایک نمونہ دیا جا رہا ہے۔ اس کے خاکے پر غور کیجیے:

تاریخ: کیم جنوری، 2011

بخدمت پرنسپل صاحب

گورنمنٹ سینئر سینئری اسکول

بلی ماران، دہلی

موضوع: دودن کی رخصت کی درخواست

جنابِ عالی

عرض ہے کہ ماہ جنوری کی 12 اور 13 تاریخ کو مجھی میں اپنے ایک قریبی رشتے دار کی شادی ہے۔ مجھے اپنے والدین کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہونا ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ ان تاریخوں میں اسکول سے مجھے رخصت عنایت فرمائیں۔

شکریہ

آپ کا فرمان بردار شاگرد

کلیم الدین

جماعتِ دہم

درخواست لکھتے وقت ذیل کی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

- صفحے کی دائیں طرف جس کے نام درخواست لکھی جا رہی ہے، اس کا عہدہ اور پتا،
- اس کے بعد کم سے کم لفظوں میں مقصد کی وضاحت،
- محترم/محترمہ/جناب وغیرہ لفظوں سے تھا طب،
- چند سطروں میں درخواست کے مقصد کی تفصیل،
- آخر میں باعثیں جانب درخواست لکھنے والے کا نام، و تختلط اور جماعت،

خط نویسی

اس خط کو غور سے پڑھیے:

بی، 26/10

سندر فلور

اوکھا وہار، جامعہ نگر، نئی دہلی

تاریخ: ۲۰ جون، 2011

جناب والد صاحب! امی جان

السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ آپ لوگ خیریت سے ہیں، پڑھ کر خوشی ہوئی۔ یہاں رہائش کا مناسب انتظام ہو گیا ہے اور مکان مالک مناسب قیمت پر کھانا بھی فراہم کر دیتے ہیں۔

داخلہ کی ساری کارروائیاں پوری ہو گئی ہیں اور کلاس کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔ یہاں کے استاد بہت اچھا پڑھاتے ہیں۔ میری طرح باہر سے آئے ہوئے کچھ دوست بھی مل گئے ہیں، جس کے سبب اجنبیت محسوس نہیں ہوتی ہے۔

دلی بہت بارونق شہر ہے۔ یہاں بہت چھل پہل رہتی ہے اور روشنیوں سے جگما گتے ہوئے بازار ہیں۔

کچھ روز پہلے میں لال قلعہ، جامع مسجد اور قطب مینار وغیرہ دیکھنے گیا تھا۔ انھیں دیکھ کر مجھے تاریخ کے بارے میں بہت دلچسپ معلومات حاصل ہوئیں۔

میرے لیے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اسلام کو شہناز کو پیار۔

آپ کا فرمان بردار بیٹا

سلیم احمد

یہ ایک خط ہے۔ خط کو مکتوب بھی کہا جاتا ہے۔

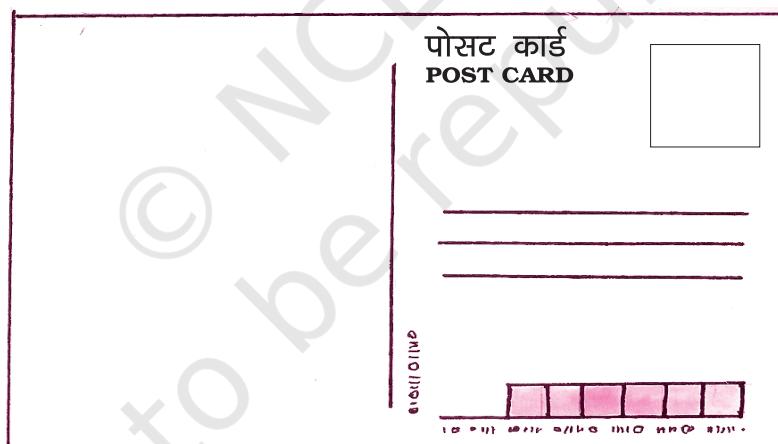
خط لکھنے والے کو مکتوب نگار اور جس کے نام خط لکھا گیا ہوا سے مکتوب الیہ کہتے ہیں۔

خط کے چار حصے ہوتے ہیں۔ داہنی طرف ایک گوشے میں پتا اور تاریخ درج ہے جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ خط کہاں سے اور کب لکھا گیا۔

دوسرے حصے میں کسی کو مخاطب کر کے اس کے لیے ایک تعظیمی فقرہ استعمال کیا گیا ہے۔

تیسرا حصہ خط کا اصل حصہ ہے۔ جس میں مداعیان ہوا ہے۔ اسے نقسِ مضمون کہا جاتا ہے۔

چوتھا حصہ خاتمے کا ہے جو باہمی طرف ہے جس میں مکتوب نگار کا نام اور مکتوب الیہ سے اس کے تعلق اور رشتہ کا اظہار ہوتا ہے۔



مضمون نویسی

درج ذیل نمونے پر غور کیجیے:

(الف) 'پھولوں' کو موضوع بنانا کر مضمون لکھنا ہو تو ان نکات پر توجہ دی جاسکتی ہے:

- پھولوں کی اہمیت
- مختلف موسموں میں پھولوں کی پیداوار
- مختلف رنگوں اور خوبیوں والے پھولوں
- گلاب کی خصوصی اہمیت
- پھولوں کا مصرف
- خلاصہ

(ب) اسکول میں یوم جمہوریہ منائے جانے پر مضمون لکھنے کے لیے اشارے:

- یوم جمہوریہ کی تاریخی و قومی اہمیت
- مادرِ وطن کے لیے اپنے فرائض کی یادداہی
- اسکول میں جشن کس طرح منایا گیا
- قومی پرچم لہانے کے طریقے اور اس کی عقیدت کا بیان
- پریڈ کی اہمیت
- قومی ترانہ
- پرچم کشانی کے بعد کی تقریر کا حوالہ
- جشنِ جمہوریہ کے موقعے پر ہونے والی تقریبات کا حوالہ
- خلاصہ

خبرنویسی

اخبار میں چھپنے والی ان خبروں کو توجہ سے پڑھیے:

بھوپال میں طیارہ حادثہ ملا ۳۰ رجائیں بچ گئیں

شہزادی ڈائنا کا جوڑا دولاکھ 76 ہزار میں نیلام ہوا

لندن: برطانیہ کے شہزادی چارلس کے ساتھ رشتہ کے بعد شہزادی ڈائنا تافتہ نامی جو جوڑا پہن کر عوام کے سامنے آئی تھیں وہ کل لندن میں دولاکھ 76 ہزار ڈالر میں نیلام کیا گیا۔ نیلام کرنے والے کیری ٹیڈ نے اس جوڑے کو نہایت خوبصورت بتاتے ہوئے کہا کہ اس جوڑے کے تین سے پچاس ہزار پاؤں میں نیلام ہونے کی امید تھی لیکن یہ ڈریس اس سے چار گناہ زیادہ رقم میں نیلام ہوئی۔ ٹیڈ کی جانب سے جاری بیان کے مطابق ڈائنا نے اپنے رشتہ کی بات شروع ہونے سے کئی ہفت پہلے اپنا وزن کافی کم کیا تھا اور یہ تافتہ ڈریس انہیں کافی ڈھیلا ہو گیا تھا۔ ڈائنا نے یہ ڈریس فٹ کرنے کے لیے ڈینا تزالیز اتھے ایکینوں کل کو دیا تھا۔

بھوپال، (ہیمنی) آج سعی راجہ بھوپال ہوائی اڈہ پر اترتے ہوئے جت ایروجت کے ایک طیارہ کے اگلے پہنچ میں ایک سیکھی خادی کی برداشت خاندھی ہوتے ہے ایک ۱۲ ماہوں کے طیارہ جت ایروجت کے ذرا بات کے مطابق جت ایروجت کا طیارہ (۵ ڈبل ۰۹۰۹) ۲۵۰۹ سے اندر، بھوپال اور رائے پور ہوئے ہوئے حیر آزاد جاری تھا کہ بھوپال میں اخراج اپا نکل ڈلت تھا۔

تمہارے پائلٹ نے اپنے اصحاب میں قابو رکھا اور طیارہ کو نیروں سے باہر ہونے تک دیا اور رن وے پر پکھ دوڑی پر اسے روکنے میں کامیاب رہا۔ اس میں سواری کی 33 مسافروں کو قریب کے سات افراد حفاظت تھے اور مسافروں کو قریب کے ایک ہوٹل میں منتقل کر دیا گیا۔ اسے ایک ایلی عہدہ برائے فن پر یا این آئی کو جیا کے پہنچ کی مررت کی جاتی ہے اور اگر اس میں کامیابی ملی تو مسافروں کے لئے کوئی متنازع انتظام کیا جائے گا۔

ان خبروں سے خبرنویسی کی چند خصوصیات واضح ہوتی ہیں:

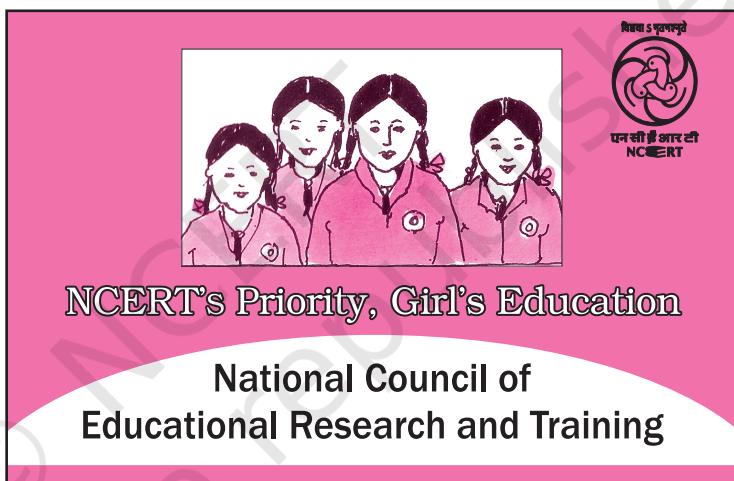
- خبر کی سرخی جو کہ خبر کا نچوڑ ہوتی ہے۔
- واقعہ کب ہوا، کہاں ہوا، کیوں ہوا اور کیسے ہوا۔
- خبر کے اہم نکات کی وضاحت۔

”خبرنگاری خبر لکھنے کا فن ہے جو کسی واقعے یا حادثے کا حقیقتی بیان ہوتا ہے۔“

اس لیے خبر لکھنے وقت بات اُبھی ہوئی نہیں ہونا چاہیے۔ بات گھما پھرا کریا بڑھا چڑھا کر کی جائے تو خبر حقیقت سے دور ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ خبر صداقت یا حقیقت پر مبنی ہو، کہانی نہ بن جائے۔ خبر میں ذاتی پسند اور ناپسند اور تجزیے سے گریز کیا جانا ضروری ہے۔ خبر کی زبان آسان اور سادہ ہونی چاہیے۔

اشتہار نویسی

اس پر نظر ڈالیے:



آج کا دور تشویہ کا دور ہے۔ مختلف قسم کے اشتہارات ہمیں اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔ خبر نویسی کی طرح اشتہار نویسی کا تعلق بھی پیشہ و رانہ صحفات سے ہے۔ ٹی وی، اخبارات، انٹرنیٹ، پوسٹر اور ہو رڈ نگ وغیرہ اشتہار کے ذرائع ہیں۔

اشتہار میں تصویر کے ساتھ تحریر کا بھی حصہ ہوتا ہے۔

اشتہار کی عبارت مختصر اور دلچسپ ہونی چاہیے۔ عبارت میں استعمال کیے جانے والے جملوں میں اگر موزونیت ہو تو اشتہار آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔

ذیل کے فقرے اسی کی مثال ہیں:

- ہم دو، ہمارے دو
- دو بوند زندگی کی
- زندگی کے ساتھ بھی، زندگی کے بعد بھی
- سب پڑھیں، سب بڑھیں
- آؤ اسکول چلیں

حصہ (۵)
قواعد کی اصطلاحات

قواعد کی اصطلاحات

Subjunct

احتمال

Interrogative Sentence

استفہامی جملہ

Noun

اسم

Diminutive Noun

اسم تضییر

Collective Noun

اسم جمع

Participial Noun

اسم حالیہ

Action Noun

اسم حرکت

Proper Noun

اسم خاص (معرفہ)

Common Noun

اسم عام

Numeral Noun

اسم عددی

Agent Noun

اسم فاعل

Abstract Noun

اسم مجرد

Gerund

اسم مصدر

Denominative

اسمی

Nominal Sentence	اسمی جملہ
Substantive Verb	اسمی فعل
Nominal Phrase	اسمی فقرہ
Derivation	اشتقاق
Indicative Mood	اشاری طور
Derivational	اشتقاقی
Etymology	اشتقاقیات
Term	اصطلاح
Terminology	اصطلاحات
Possessive	اضافی
Genitive Case	اضافی حالت
Possessive Compound	اضافی مرکب
Parts of Speech	اقسامِ کلمہ
Unit	اکائی
Additive	الحادی
Additive Clause	الحادی فقرہ
Auxiliary	امدادی
Auxiliary Verb	امدادی فعل
Imperative	امر

Active Imperative	امر معروف
Imperative Sentence	امری جملہ
Imperative Mood	امری طور
Potential Subjunctive	امکانی شرطی
Potential Mood	امکانی طور
Composition	انشہ
Disjunction	انفصال
Disjunctive Pronoun	انفصالی ضمیر
Disjunctive Conjunction	انفصالی عطف
Native Speaker	اپلی زبان
Principal Clause	اہم بنیادی فقرہ
Affirmative	ایجابی
Affirmative Conjunction	ایجابی عطف
Regular Verb	با قاعدہ فعل
Idiomatic	بامحاورہ
Basic Sentence	بنیادی جملہ
Narrative Sentence	بیانیہ جملہ
Inanimate Gender	بے جان جنس
Complex Sentence	پیچیدہ جملہ

Sub ordinate	تابع
Sub ordinate Clause	تابع فقرہ
Emphatic Pronoun	تاكیدی ضمیر
Emphatic Mood	تاكیدی طور
Feminization	تائیش
Dual Number	تثنیہ عدد
Analysis	تجزیہ / تحلیل
Restrictive Clause	تحدیدی جملہ
Definite Article	تخصیصی حرف / تعریف
Progressive Tense	مدرسی زمانہ
Pedagogical Grammar	مدرسی قواعد
Word Order	ترتیب الفاظ
Ordinal Number	ترتیبی عدد
Translation	ترجمہ
Parsing	ترکیب صرفی
Conjunction Construction	ترکیب عطفی
Active Construction	ترکیب معروف
Declension	تصrif
Diminutive	تفصیری

Diminutive Suffix	تصغیری لاحقہ
Number	تعداد
Affixation	تعلیقیت
Determinative Clause	تعینی فقرہ
Functional Verb	تفاعلی فعل
Superlative Degree	تفضیلی مُل
Complement	تکملہ
Completing Aspect	تکمیلی کیفیت
Correlative	تلازمہ
Pronunciation	تلطیف
Perfective Aspect	تمامی کیفیت
Optative Mood	تمنائی طور
Adverb	تمیز (متعلق فعل)
Adverbial	تمیزی
Relative Adverb	تمیزی موصولی
Attributive	تصنیفی / وصفی
Adjectival Case	تصنیفی حالت
Attributive Adjective	تصنیفی صفت
Preposition	جارِ مقدم

Post Position	جایِ موضع
Animate	جاندار
Plural	جمع
Plural of Plural	جمع اجمع
(Generous Plural)	
Sentence	جملہ
Interrogative Sentence	جملہ استفہامیہ
Imperative Sentence	جملہ امریہ
Complete Sentence	جملہ تام
Conditional Sentence	جملہ شرطیہ
Gender	جنس
Gender Noun	جنس اسم
Masculine Gender	جنس مذکر
Neuter Gender	جنس مشترک
Feminine Gender	جنس مؤنث
Verbal Noun	حاصلِ مصدر
Second Person	حاضر
Case	حالت
Comparative Case	حالتِ تفضیل

Subjective Case	حالتِ فاعلی
Absolute Case	حالتِ مطلق
Accusative Case	حالتِ مفعولی
Relational Case	حالتِ موصولی
Participial / Participle	حالیہ
Imperfect Participle	حالیہ استمراری
Past Participle	حالیہ تمام
Verbal Adjective	حالیہ صفت
Present Participle	حالیہ ناتمام
Definite Article	حرفِ تعریف
Indefinite Article	حرفِ تکبیر
Conjunct / Conjunction	حرفِ ربط، حرف عطف
Augmentive	حرفِ مبالغہ/تکبیر
Negative Particle	حرفِ نہی
Sur-name	خاندانی نام
Predicate	خبر (جملے کے باقی ماندہ اجزاء)
Complete Predicate	خبر تمام
Predicative	خبری
Predicative Adjective	خبری صفت

Degree	درجہ
Superlative Degree	درجہ تفضیل گل
Permansive Present	دؤامی حال
Permansive Aspect	دؤامی کینیت
Vernacular	دیسی بولی
Native Word	دیسی لفظ
Vocabulary	ذخیرہ الفاظ
Instrumental Case	ذریعی حالت
Bilingual	ذو لسانی
Animate	ذی روح
Animate Gender	ذی روح جنس
Link Language	رباطہ زبان
Connective	ربطی
Script	رسم خط
Language	زبان
Tense	زمانہ
Present Tense	زمانہ حال
Past Tense	زمانہ ماضی

Future Tense	زمانہ مستقبل
Imperfect Tense	زمانہ ناتمام
Temporal	زمانی
Category	زمرہ
Prefix	سابقہ
Structure	ساخت
Causative	سببی
Causative Case	سببی حالت
Causal Clause	سببی فقرہ
Official Language	سرکاری زبان
Question Mark	سوالیہ نشان
Context	سیاق و سبق
Contextual Meaning	سیاقی معنی
Person	شخص / ضمیر
Subjunctive	شرطی احتمالی
Conditional Mood	شرطی طور
Conditional Clause	شرطیہ فقرہ
Countable Noun	شماری اسم

Morphology	صرف
Adjective	صفت
Comparative Adjective	صفتِ تفضیلی
Adjective Numeral	صفت عددی
Superlative Numeral	صفت کل / صفت تفصیلی
Absolute Adjective	صفت مطلق
Coordinated Adjective	صفت معطوفہ
Attributive	صفتی
Syllable	صوت رکن
Pronoun	ضمیر
Interrogative Pronoun	ضمیر استفهامیہ
Demarcative Pronoun	ضمیر اشارہ
Intensive Pronoun	ضمیر تاکیدی
Reciprocal Pronoun	ضمیر راجع
Personal Pronoun	ضمیر شخصی
Numeral Pronoun	ضمیر عددی
Conjunctive Pronoun	ضمیر عطفی
Third Person	ضمیر غائب
Definite Pronoun	ضمیر مطلق

Reflexive Pronoun	ضمیر معمکوس
Relative Pronoun	ضمیر موصولہ / موصولی
Indefinite Pronoun	ضمیر نکرہ
Pronominal	ضمیری
Pronominal Adverb	ضمیری متعلق فعل
Voice / Mood	طور
Imperative Mood	طور امریہ
Passive Voice	طور مجهول
Active Voice	طور معروف
Modality	طوریت
General Meaning	عام معنی
Slang	عامینہ بولی
Number / Numeral	عدد / عددی
Dual Number	عدد تثنیہ
Collective Number	عدد جمع
Cardinal Number	عدد مطلق
Numeral Adjective	عددی صفت
Conjunct	عطف
Positive Conjunction	عطف اثباتی

Affirmative Conjunction	عطفِ ایجابی
Correlative Conjunction	عطفِ ترتیبی
Connective Conjunction	عطفِ ربطی
Temporal Conjunction	عطفِ زمانی
Negative Conjunction	عطفِ منفی
Conjunctive	عطفی
Coordination	عطفی ترتیب
Regionalism	علاقائیت
Symbol	علامت
Orthography	علم ہجا
Third Person	غائب
Stative Verb	غیر حرکی فعل
Oblique	غیر فاعل
Oblique Case	غیر فاعلی حالت
Substandard	غیر معیاری
Agent/ Subject	فاعل
Direct/ Subjective	فاعلی
Nominative Case/ Direct Case	فاعلی حالت
Agentive Nominal	فاعلی اسمیہ

Exclamatory Sentence	فجائیہ جملہ
Exclamation Mark	فجائیہ نشان
Dictionary/ Glossary	فرہنگ
Natural Gender	فطری جنس
Verb	فعل
Intransitive Verb	فعلِ لازم
Transitive Verb	فعلِ متعدد
Causative Verb	فعلِ متعدد بالواسطہ
Predicate Verb	فعلِ مُسند
Active Verb	فعلِ معروف
Reflexive Verb	فعلِ معکوس
Defective Verb	فعلِ ناقص
Verb Phrase	فعلی ترکیب
Verbal Sentence	فعلی جملہ
Clause	فقرہ
Participial Phrase	فقرہ حالیہ
Coordinate Clause	فقرہ معطوفہ
Popular Word	قبول عام لفظ
Grammar	قواعد

Grammatical	قواعدی
Grammatical Analysis	قواعدی تجزیہ
Grammatical Order	قواعدی ترتیب
Parentheses	قوسین
Parenthetical Clause	قوسینی فقرہ
Multilingual	کثیر لسانی
Key Word	کلیدی لفظ
Aspect	کیفیت
Conjugation	گردان
Suffix	لاحقة
Linguistics	لسانیات
Dictionary	لغت
Lexical Meaning	لغوی معنی
Word	لفظ
Word Order	لفظی ترتیب
Parental Language	ماخذی زبان
Mother Tongue	مادری زبان

Root	مادہ
Past	ماضی
Past Perfect	ماضی بعید
Preterite	ماضی مطلق
Apposition	مبدل منہ
Synonym	متراوہ
Obsolete	متروک
Antonym	متناد
Adnominal	متعلق اسم
Adverb	متعلق فعل
Adjunct	متعلقة
First Person	ضمیر متكلم
Figurative Meaning	مجازی معنی
Passive	مجہول
Idiom	محاورہ
Finite Verb	محدود فعل
Narrowed Meaning	محدود معنی
Abbreviation	محفف
Mixed Language	مخلوط زبان

Masculine	ذکر
Dead Word	مردہ لفظ
Compound	مرکب
Intensive Compound	مرکب تاکیدی
Compound Sentence	مرکب جملہ
Compound Verb	مرکب فعل/ فعلی
Compound Word	مرکب لفظ
Borrowed Word	مستعار/ خیل لفظ
Future	مستقبل
Future Perfect	مستقبل تمام
Simple Future	مستقبل مطلق
Predicate	مُسند
Predicate Noun	مند اسم
Predicate Adjective	مند صفت
Predicative Adjective	مندی صفت
Predicating Word	مندی لفظ
Common Case	مشترک حالت
Derivative Word	مشتق لفظ
Infinitive	مَصْدَر

Aorist	مضارع
Absolute Mood	مطلق طور
Standard Language	معياری زبان
Definite Pronoun	معین ضمیر
Simple Predicate	مفرد خبر
Object	مفعول
Direct Object	مفعول اول
Indirect Object	مفعول ثانی
Objectival	مفعولي
Dative Case	مفعولي حالت بالواسطہ
Accusative Case	مفعولي حالت بلا واسطہ
Sense	مفهوم
Locative Case	مكانی حالت
Complete Predicate	کامل جز
Taboo Word	ممنوع لفظ
Partitive Case	مُمیّزی حالت
Partitive Numeral	مُمیّزی عدد
Negative Aspect	متقیٰ کیفیت
Relative Adverb	موصویٰ تیز

Relative Clause	موصولی فقرہ
Feminine	مؤنث
Imperfective Aspect	نا تمامی کیفیت
Vocative Case	ندائی حالت
Transliteration	نقل لفظ
Paradigm	نمونہ
Singular	واحد
First Person Singular	واحد مشکل
Infix	وسطیہ
Attribute	وصف
Spelling	بچے
Monolingual	یک لسانی